بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحفہ

غزل مولوی محمد نوح صاحب نوح ساکن نارہ ضلع الہ آباد شاگرد حضرت داغ دہلوی مرحوم

جتنے بڑھتے ہین مرے حوصلے گھٹ جاتے ہین ۔ وہ زبان وصل کی دے دیکے پلٹ جاتے ہین

یون نگاہین مری جا پڑتی ہین اونکے رخ پر ۔ جسطرح شمع سے پروانے لپٹ جاتے ہین

اب نہ وہ آپ نہ وہ ہم نہ وہ اگلی باتین ۔ نہین ملتے کبھی دو دل جو اچٹ جاتے ہین

میرے گھر آکے دلاسا اونہین دینا کیسا ۔ اور اولٹا وہ مجھے ڈانٹ ڈپٹ جاتے ہین

غم ہجران مین ہے جینے سے نہ جینا بہتر ۔ وہی لوگ اچھے ہین جو مرکے نپٹ جاتے ہین

آسمان تک نہین نالون کی رسائی ہوتی ۔ تیر جا جاکے نشانے پہ اوچٹ جاتے ہین

وہ یہ فرماتے ہین محفل مین بلا کر ہمکو ۔ نہ بلاؤ انہین جب بھی تو یہ ڈٹ جاتے ہین

گالیان دیکے لیا اوس نے ہمارے دلکو ۔ کوئی گاہک ہو تو ہم بھی دام پہ پٹ جاتے ہین

یاد آتی ہی پہلے ہر ایک کی ہر ایک کو یاد ۔ دن سب اچھے برے کٹنے کو تو کٹ جاتے ہین

کیا مزہ دیتا ہے بجلی کا چمکنا شب وصل ۔ وہ گلے سے مرے ڈر ڈر کے چمٹ جاتے ہین

سخت جانی بھی مری کرتی ہے تلوار کا کام ۔ سر جو کٹتا نہین تو دلمین وہ کٹ جاتے ہین

شرم نے انکو بنایا ہے لجا لو شب وصل ۔ جب انہین ہاتھ لگاتا ہون سمٹ جاتے ہین

مرے نالون نے مجھے اور بھی بدنام کیا ۔ حد سے جو بڑھتے ہین کتنے ہی وہ گھٹ جاتے ہین

داغ کھائے دل عاشق نہین جاتے بیکار ۔ پھول ہو کر تری محفل مین وہ بٹ جاتے ہین

مین وہ میکش ہون کہ آتی ہے مئی ناب کی بو
مرے زخمونکے جو انگور بھی پھٹ جاتے ہیں

یون اثر نالے سے ملتا ہے اثر سے نالہ
جیسے دو عاشق و معشوق لپٹ جاتے ہیں

بخت برگشتہ جو ہو کوئی کرے کیا اے **نوح**
وہ مری راہ پہ آ آ کے پلٹ جاتے ہیں

محشری۔ جناب سید تہنیت علیؒ صاحب حیدرآبادی

اوڑھنا کس کا شب ہجر بچھونا کیسا
سونے والا ہنو پہلو مین تو سونا کیسا

بیٹھے بیٹھے دل پر سوز یہ آہین کیسی
چپکے چپکے دل بیتاب یہ رونا کیسا

نعش کو میری وہ ٹھکرا کے یہ فرماتے ہین
پاؤن پھیلائے ہوے بیچ مین سونا کیسا

گر یہ منظور نہین اور خدا سے لینگے
یہ تو فرمائیے دل آپ کو ہونا کیسا

واے نادانی ما حیف بہ دانائی ما
دل تو باتون سے دیا جان کے کھونا کیسا

دل مرا دیکھ کے وہ طفل حسین کہتا ہے
اک نظر ہم بھی تو دیکھین ہے کھلونا کیسا

گر نہین آپ کسی پردہ نشین کے عاشق
محشری ڈھانک کے منہ آپکا رونا کیسا

ازابو المعظم مرزا سراج الدین احمد خانصاحب سائل دہلوی

جسکی سنتی چاہئے اوسکی سنی اوسکی سہی
غیر کی باتین سنون اور چپ ہون اچھی کہی

عشق مین جی چھوڑ دینا کم سے کم ہے ابلہی
لاکھ سہہ سکتے ہو مشکل۔ ایک مشکل گر سہی

حسرت دل اون سے کھکر خود پشیمان ہو گئے
اونکے منہ پر جو کہدینا تھا۔ ہم سے یہ رہی

تم شب وعدہ نہ آئے ہو گیا طوفان بپا
صبح تک یکسان مرے آنکھون سے اک ندی بہی

نالہ یا رب نے کیا پروانہ جلکر مٹ گیا
اس مین اوس مین فرق ہے وہ مبتدی یہ منتہی

دونون رنگ لائین اگر سچ ہین تو کیون کرتا بھلا
دامن یوسف سے یون دست زلیخا کو تہی

جبہ در آصف (خلد اللہ ملکہ) نہ پھیلا ہاتہ **سائل** کا کہین
اوسکے گھر کی ہے گدائی غیرت شاہنشہی

اقوام کی متوقع زندگی

جسطرح بدن کی زندگی الگ اور نفس کی زندگی ایک الگ چیز ہے۔ اور ایک کو دوسرے کیساتھ گہرا تعلق ہے۔ اسیطرح افراد اقوام کی زندگی علیحدہ اور قوم کی زندگی ایک علیحدہ شئے ہے اور ایک زندگی۔ دوسری زندگی پر موقوف ہے

ایک زندہ جسم کی پہچان کا طریقہ تو صرف یہ ہے۔ کہ وہ روزانہ غذا طلب کرتا ہے جسکے ذریعہ سے زندگی قایم رہسکتی ہے، بیماریاں زائل ہوتی ہین، اور بدن کے فاسد مادے دور ہو جاتے ہین)۔ اِس قسم کی زندگی مین وہ حیوانات کا شریک حال رہتا ہے لیکن ایک زندہ نفس کی شناخت کا معیار کچھ اور ہی ہے وہ ہمیشہ کسب فضائل کا متمنی رہتا ہے، راستبازی کیساتھ ترقی کرنے کے درپے ہوتا ہے، ذلت اور انحطاط کے اسباب دور کرتا ہے، اور اپنے وقار و شرف کو مفسدون کے ہاتون اور بے عقل لوگون کی خام خیالیون، سے محفوظ رکھنے مین جان ہار کوششین کرتا ہے۔

ایک قوم کی زندگی مذکورۂ بالا دونون (یعنے ایک زندہ جسم اور زندۂ نفس کی) زندگیون سے جداگانہ ہی زندگی ہے۔ وہ (یعنے قومی زندگی) ایک ایسی زندہ روح ہے جو تمام افراد قوم مین یکسان پھونکی ہوی ہوتی ہے۔ اور اُن کو یہ بتاتی ہے کہ ہر ہر فرد قوم کو۔ قوم کیساتھ وہی نسبت ہے۔ جو ہر ہر عضو بدن کو۔ بدن کیساتھ ہے اور جسطرح ہر ہر عضو بدن کو مختلف کامون کے انجام دینے سے یہ مقصود رہتا ہے کہ اپنی اور اپنے بدن کی زندگی قائم رکھے۔ اسی طرح اس قومی روح کو بھی ہر ہر کام مین ملحوظ رہتا ہے کہ اپنا اور اپنی قوم کا فائدہ حاصل ہو

جسطرح ایک زندہ جسم کو مردہ جسم پر بہت بڑی فوقیت اور بقا حاصل رہتی ہے
یعنے زندہ جسم مردہ جسموں کو اپنی غذا و زندگی اور بدل ما یتحلل بنا لیتا ہے۔ اسیطرح
ایک زندہ قوم کو مردہ قوم پر بہت بڑا تفوق، فضیلت، اور مرتبہ حاصل رہتا ہے
اور زندہ قوم بھی مردہ قوموں کو اپنی غذا اور وجہ معاش بنا لیتی ہے۔ اور ایسی
چیزین اخذ کرتی ہے۔ جو حفظ زندگی، طول بقا، اور دوام عز و شرف کے لئے
ضروری ہوتی ہین۔

جو لوگ جاہل ہوتے ہین۔ اون پر یہ امر ہمیشہ مشتبہ رہتا ہے کہ موت و زندگی کے
اس معنی کی رو سے بعض کو بعض پر کیونکر ترجیح دیجائے؟ وہ اپنے جہل کی بدولت
بالآخر یہ قرار دے لیتے ہین کہ مردہ نفس زید بوجہ اپنی کثرت مال، علو خاندان،
حسن معاشرت، اور فارغ البالی کے۔ زندہ نفس عمرو پر ترجیح رکھتا ہے۔ حالانکہ
یہ لوگ۔ اگر اپنے قیاس صحیح اور نظر دقیق کی طرف ذرا بھی توجہ کرینگے تو خود اپنے
آپ کو اس حالت مین پائینگے کہ ایک کم مایہ تاجر کو جو صرف ہزار روپیہ کا مالک ہے
ایک ایسے شخص پر فوق دے رہے ہین جو اپنے باپ کی میراث سے لاکھ روپیہ کا
وارث ہو چکا ہے۔ نیز یہ کہ اول الذکر (تاجر) مین وہ ایسی ثقاہت اور راست
معاملگی دیکھتے ہین۔ جو ثانی الذکر (وارث) مین نام کو بھی نہین پائی جاتی۔ اِس کا
اصلی سبب یہ ہے کہ اول الذکر تو روپیہ جمع کرتا اور حفاظت سے رکھتا ہے۔ اور
ثانی الذکر۔ بیدردی سے لٹاتا اور برباد کر دیتا ہے۔ لہذا ہزار روپیہ گو ظاہر مین
تھوڑے ہین۔ لیکن سال بسال بڑھتے جاتے ہین اور لاکھ روپیہ گو بہت ہین۔
لیکن دن بدن گھٹتے جاتے ہین۔ پس جو شخص تیز نظر اور انجام بین ہوتا ہے
اور جسکا متخیلہ۔ موجودہ زمانہ مین ہی۔ آیندہ زمانہ کی حالت کا ادراک کر لیتا ہے
وہ تاجر کو تونگر اور فارغ البال پاتا ہے اور وارث کو بھکاری اور کنگال دیکھتا ہے

نظر آئے۔ اور دوسری قوم حضیض زوال اور برباد کن تباہی مین پھنسی ہوئی ہو
تو ہر نظر اور ہر عقل اون مین امتیاز قائم کر سکتی ہے۔ لیکن ایسی دو قومون مین تمیز
کرنا مشکل ہے۔ جن مین سے ایک تو جینے کے بعد مر جائے۔ اور دوسری مرنے کے بعد
جی اُٹھے۔ یہ وہ امر ہے جو علم تمدن کے غیر محقق علماء پر اکثر مخفی رہا ہے۔ کیونکہ وہ
لوگ جو سطحی نظر سے حکم لگانے کے عادی ہوتے ہین۔ ایک قوم مین موروثی زندگی
کے بعض آثار (مثلاً اشاعت علم، اور یک گونہ حکومت وغیرہ) کو دیکھکر دھوکھے مین
پڑ جاتے ہین۔ اور انجام کار سے ناواقف رہتے ہین۔ جنکی مثال بعینہ اوس شخص کی سی ہے
جو لاکھ روپئے والے وارث کو ہزار روپئے والے تاجر پر ترجیح دیدیتا ہے۔ اور
یہ نہین جانتا کہ وارث تو اپنا سارا روپیہ اڑا دیگا۔ اور تاجر اپنے کسب و محنت سے
کروڑپتی بنجائیگا۔

جس قوم کا سلسلہ انتظام بگڑ چکا ہو۔ جمعیت قومی اور اتحاد باہمی مفقود
ہو چکا ہو۔ جسکے افراد کے مابین۔ ثقاہت کے تمام کل پرزے ڈھیلے پڑ گئے
ہون۔ اور جسکی زندگی کی رسیان جا بجا سے کٹ گئی ہون۔ تو اُس مین زندگی کی
بعض بعض علامات کو دیکھکر یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ وہ زندہ قوم ہے! گو وہ علامات
اخلاق حمیدہ، فضائل دافعیہ، ثروت جزیلہ، اور حکومت نافذہ، ہی کیون نہو!
کیونکہ یہ تمام آثار۔ زندگی کے تابع ہوا کرتے ہین۔ اگر زندگی باقی ہے تو یہ بھی
موجود ہین اور اگر زندگی چل بسی تو یہ بھی چل بسے۔ پس یہ تمام آثار جو اُس قوم مین
نظر آتے ہین۔ میراث قدیم کے طور پر ہین۔ جن سے فساد عظیم پیدا ہوتا ہے!
کیونکہ علم و اخلاق کا کام تو یہ ہوتا ہے کہ دور والے کو قریب کرے۔ پراگندہ خاطر
کو دلجمعی بخشے اور احسان و نیکوکاری پر اعانت کرنا سکھائے! اور روپیہ صرف اسلئے
جمع کیا جاتا ہے کہ قومی ضروریات اور عامہ خلائق کی مصالح مین خرچ کیا جائے

حکومت محض یہ کرتی ہے کہ خلق اللہ مین عدل و انصاف قائم رہے۔ شہرون
اور قریون کو بلاؤن اور مصیبتون سے محفوظ رکھا جائے، قوم کے افراد کو ہمت
و استقلال کا سبق دیا جائے، اور اون کو حکام وقت کا ہات بٹانے کے قابل بنایا جائے
لیکن مذکورہ بالا قوم مین باوجود ان تمام باتون کے موجود رہنے کے پھر بھی تنزل
و انحطاط کے آثار دکھائی دیتے ہین۔ تو معلوم ہوا کہ اُس قوم مین حقیقی زندگی باقی
نہین رہی۔ البتہ موروثی زندگی کے کچھ آثار باقی ہین۔ جو امروز فردا مین نابود
ہو جائین گے۔!

زندگی کی روح۔ اگر کسی قوم مین باقی رہتی ہے۔ تو اوسکی برائیون کو بھی۔
بھلائیون سے بدل دیتی ہے۔ اور اگر کسی قوم سے مفقود ہو جاتی ہے۔ تو اوسکے
فضائل کو بھی رذائل کر جاتی ہے۔ چنانچہ اُسکی عزت اور اوسکا تمام وقار۔ تکبر اور
خودنمائی سے مبدل ہو جاتا ہے۔ اوسکی سخاوت اور نوازشین۔ اسراف و تبذیر
بنجاتی ہین۔ اوسکی شجاعت اور مردانگی باعث جور و جفا ہو جاتی ہے۔ اُسکی جودت
رائے اور زیرکی۔ دام مکر و تزویر دیکھی جاتی ہے۔ حُب شرافت اور کسب کمال کی
جگہ بڑے بڑے خطابات لینے کی نرد مایہ خواہشین موجزن رہتی ہین۔ دوسرون سے
تفوق اور برتری حاصل کرنے کے بجائے باہم حسد کرنے کا سودا سر مین سماتا ہے
کرم و ایثار کے بدلے۔ لالچ اور لوٹ گھسوٹ کا خیال ڈیرا جماتا ہے۔ اہل علم
اپنے علم کو آلہ مکر و کید بناتے ہین۔ اور اوسکے ذریعہ سے لوگون مین آتش شر و فساد
بھڑکاتے ہین تاکہ اس جھگڑے بکھیڑے مین چالباز آدمی اچھی طرح اپنا کام کر جائے!
سلطنت ایک ایسی کل بنجاتی ہے جس سے ہر قسم کے اتحاد اور ارتباط کی
چولین ڈھیلی کیجاتی ہین۔ ہر مجمع متفرق ہو جاتا ہے۔ اور ہر مجلس مین پراگندگی
پڑجاتی ہے۔ ہان وہ مجمع نہین متفرق ہوتا۔ جوانی کا سا راگ گانے لگے۔ اور

قومون اور گروہون کی حالت - اکثر لوگون پر بہ نسبت خاندانون اور آدمیون کی
حالت کے زیادہ تر مخفی رہتی ہے بعض آدمی ایک قوم کو دوسری قوم پر محض اس
وجہ سے ترجیح دیدیتے ہیں کہ اوس کا دین صحیح ہے اور وہان انصاف رائج ہے
یا وہ شریف امنش ہے - اور خاندانی بزرگی رکھتی ہے یا اوسکے اسلاف کا زور و [illegible]
زیادہ ہے - اور اوسکی قومی خصوصیتین مشہور ہین - یا مردم شماری کے لحاظ سے
وہ کثیر التعداد ہے اور اُس کے معین و یاور بہت ہین - بہرحال کسی مردہ قوم کیلئے
یہ سب باتین یا ان کا کچھ حصہ اگر صحیح بھی ہو جائے تو وہ اُسی وقت تک قائم رہسکتی ہے
جبتک کہ کوئی زندہ قوم آکر اپنا ڈیرا نہ جمائے - اور جیسے ہی اُنے آکر اپنا سکہ بٹھا یا کہ
اس قوم کی تمام خصوصیتین اور اسباب بقاء زندگی کو بے حلق نگل گئی - پھر وہ قوم تو
اسفل السافلین مین چلی گئی اور یہ قوم اعلیٰ علیین مین پہونچگئی -

جو شخص مشرق کے بلاد متمدنہ (?) مین سکونت پذیر ہے - وہ نہایت آسانی سے
اپنے گرد و پیش ان قومون کو دیکھ سکتا ہے جنکو ملک یا حکومت ایک قوم بنا چکے ہیں
اور مذہب یا قرابت جدا جدا کرتی ہے - یہ شخص دو ایسی قومون کو دیکھیگا جنمین سے
ایک بوجہ فزونی مال، کثرت افراد، توفیر علم، اور وسعت حکومت، کے دوسرے سے
ممتاز ہے - لیکن وہ اُسی قوم کو ترجیح دیتا ہے - جسکے پاس تمام خصوصیتین نہین ہین
جسکا سبب یہ ہے کہ وہ زیادہ خصوصیتون والی قوم کو تتر بتر اور متفرق ہوتے ہوئے
دیکھتا ہے - جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ چند ہی سال مین اول الذکر قوم کی تمام خصوصیتین
کالعدم ہوتی ہین اور وہ بیکسی اور بے یاری کی حالت مین آوارہ و سرگشتہ
ہو جاتی ہے - اور آخر الذکر قوم روز بروز رو بہ ترقی رہتی ہے - اور عروج
و ترقی کے زینہ طے کرتے کرتے ایک بہت بڑی قوم بنجاتی ہے - اسکا سبب اور
واقعی سبب صرف یہ ہے کہ ایک قوم مین روحِ ترقی کا کچھ حصہ باقی ہے - جو

قوم کے ضرر بخش امراض کو دور کرتا ہے۔ ہر زندہ [illegible] غذائین کہلاتا ہے
جس سے قوم مین صحت اور قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور وہ ترقی کرنے لگتی ہے
دوسری قوم مین اس روح کا احساس چونکہ باقی نہین رہتا۔ اسلئے وہ حقیر و ذلیل
ہو جاتی ہے۔ اور کسی عاشق زار کے [illegible] کی مانند گھل گھل کر تمام ہو رہتا ہے۔

علم تمدن اور سیاست مدن کے بعض جھوٹے مدعیون اور ابجد خوانون نے
اس دعوے سے لوگون کو دھوکھا دینا چاہا ہے۔ جو کہا کرتے ہین کہ "چھوٹی قوم کی
ترقی اور زندگی کا سبب۔ اُسکی کمی افراد اور اُس کا چھوٹا پن ہے۔ کیونکہ باہمی
معونت، اور ایک دوسرے کی مدد، اور مصالح عامہ کی یکجہتی جس آسانی کیساتھ
عدد قلیل مین متصور ہو سکتی ہے۔ عدد کثیر مین ممکن نہین" کیونکہ یہ دعوے
اسقدر خلاف واقع ہے کہ ہر وہ شخص جو مشرق بعید (مثلاً ہندوستان وغیرہ)
مین رہتا ہے۔ اس دعوے کے خلاف بہت سی مثالین دیکھ سکتا ہے بعض اوقات
بڑی قوم ہی عزت باقی رہتی ہے۔ اور ترقی کرتی ہے۔ اور چھوٹی قوم ذلیل و خوار
اور حضیض پستی کیطرف مائل ہوتی ہے۔ مذکورہ بالا دعوے بعض لوگون کو بہت
صحیح معلوم ہوتا ہوگا کہ وہ ہمارے دوسرے قول سے مشابہ ہے جو ہم ایک تاجر
اور ایک وارث کے متعلق اوپر لکھ آئے ہین۔ اقوام اور افراد کی موت و زندگی سے
جو لوگ ناواقف ہین وہ اسی طرح جھوٹ موٹ بکا کرتے ہین۔ مگر اس مضمون مین
چونکہ ہم یہ بتانا چاہتے ہین کہ حقیقی زندگی کے کیا معنی ہین؟ اور اسکے حاصل
کرنے والون اور کھونے والون کی کیا کیا خصوصیتین اور قباحتین ہین؟ لہذا جاہلان
اور غلط گویون کی تمام غلط بیانیون اور لاعلمیون سے قطع نظر کرتے ہین۔ نیز
مردہ و زندہ قومون کی مطلق موت و زندگی پر قلم کھینچتے ہین!

ایک قوم۔ اگر عزت و اقتدار کے اوج کمال۔ اور ترقی کے زینہ ہائے [illegible]

اون کے کار پردازون کی اطاعت اور خوشامد مین لگا رہے ۔ رفتہ رفتہ یہانتک
نوبت پہونچتی ہے کہ بادشاہ اور حکام وغیرہ اپنی قوم کو سرمایۂ تجارت بناکر منافع حاصل
کرنے لگتے ہین ۔ بلکہ جہانتک بن پڑے قوم کو تاخت و تاراج کر ڈالتے ہین ۔ بالآخر
جب قوم مین ذرسی بھی تاب و توانائی باقی نہین رہتی تو اوسکو غیرون اور اجنبیون کے
ہاتون بظاہر یہ کہکر بیچ ڈالتے ہین کہ "ہم حکومت کی حالت ظاہری کو محفوظ رکھنا چاہتے ہین"
لیکن حقیقت مین یہ مد نظر رہتا ہے کہ ایک گوشۂ تنہائی مین بیٹھہ کر کُل کھیلنا اور اپنی
شیطانی اور بہیمی خواہشون کو باطمینان پورا کرنا میسر ہو جائے!!!
تمدن کی بیماریان ۔ قومون مین سرایت کر جاتی ہین ۔ اور اونکے اسباب
زندگانی کو اسطرح برباد کر ڈالتی ہین کہ اونکو اس کا احساس تک نہین ہوتا ۔ اونمین
صرف دعوی ہی دعوی اور فخر و تکبر باقی رہجاتا ہے ۔ اور وہ اپنے آپکو تمام قومون سے
افضل و اشرف سمجھنے لگتی ہین ایسی قوم کو اگر کوئی حکیم الامت اور رفارمر قوم یہ سمجھانا
چاہے کہ وہ ایک تباہ شدہ اور بگڑی ہوی قوم ہے ۔ تو یہ ہرگز ممکن نہوگا ۔ خواہ
سارے زمانہ مین اوسکی پستی اور اہانت کی ہانک پکار کیون نہ بلند ہو! اور ہر لحظہ اوسپر
عذاب کے کوڑے اوسپر کیون نہ پڑتے ہون! نیز یہ قوم چونکہ اپنے گھمنڈ مین دین کے
عصا پر تکیہ لگائے رہتی ہے ۔ تو اوسوقت اوسکا سمجھانا اور اوسکی ذلت کا
احساس کرانا ہفتخوان رستم سے طے کرنا ہوتا ہے ۔
اگر کوئی رفارمر قوم ۔ اس قسم کی قوم کو جو مذہب کے گھمنڈ مین ہوتی ہے
عذاب سے بچانا چاہے اور دلایل و براہین سے قائل کرکے زوال و پستی سے
نکالنے کا ارادہ کرے ۔ تو نئی نئی بدعتون کے حامی اور اندھی تقلید کے پابند
اوس پر حملے کرتے ہین ۔ اور چلتی گاڑی مین روڑے اٹکاتے ہین ۔ جس پر طرہ
یہ ہوتا ہے کہ طماع اور تباہ کار امراء سے مدد طلب کیجاتی ہے اور فارمر قوم

اور عام پبلک کے درمیان دشمنی اور جھگڑا ڈال دیا جاتا ہے۔ کیونکہ پبلک ہی ایک ایسی چیز ہے جو امراء و روساء کی قوت بازو ہے۔ اور وہ اسی کے ذریعے سے رفارمرون پر بیجا حملے کیا کرتے ہین۔ غریب و بیکس رفارمر خواہ کیسی ہی قوی سے قوی دلیلین اور بدیہی سے بدیہی براہین کیون نہ قائم کرین۔ لیکن پبلک کو اون کے اقوال وافعال درست نہین معلوم ہوتے اور وہ اونکو بدحال اور دشمن جان و مال و آبرو سمجھتے رہتے ہین۔ مگر تعجب اس پر آتا ہے کہ باوجود اون رفارمرون کے تنہا و یکتا اور بے یار و مددگار ہونے کے بھی اونکو وہ غلبہ اور وہ کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ جو بادشاہ کے اقتدار اور پبلک کی شان وعظمت سے بھی بڑھ جاتی ہے اور کیون نہ بڑھ جائے؟ آخر سچائی اور راستبازی اپنا رنگ لاتی ہے۔ اور فطرت انسانی اونکی دستگیری کیا کرتی ہے۔ کاش اگر یہ امراء و روساء پبلک کو اپنی اندھی تقلید کی بندشون مین نہ جکڑ دین! اور نور اصلاح کو اپنے رعب اور جبروت کی تاریکیون مین نہ چھپا دین! اور اس آیۂ کریمہ "وقالوا لا تسمعوا لهذا القرآن والغوا فيه لعلكم تغلبون" کے مصداق نہ بنجائین تو کیا ہی اچھی بات ہو!!!

قوم کی زندگی کی ایک بالکل ظاہری دلیل یہ ہے کہ اسباب ترقی مثلاً علوم وفنون، اخلاق وشائستگی، اور دیگر امور عامہ مین روز بروز اضافہ و افزائش ہوتی رہے۔ اور کسی ایک فرد قوم کے مرجانے سے ان چیزون مین سے کوئی چیز کم نہ ہوجائے اور موت کے بیّن آثار یہ ہین کہ مذکورہ بالا اشیاء مین کاستگی یا گھٹاؤ پیدا ہو۔ اور جب قوم سے کوئی عمدہ فرد اٹھ جائے۔ تو دوسرا اوس کا نعم البدل نہ مل سکے حتی کہ علماء کے مرنے سے علم۔ اور فضلاء کی رحلت سے فضل جاتا رہے اور قوم مین فقط کوڑا کرکٹ باقی رہجائے۔

(ترجمہ) اور کفار نے کہا کہ تم اس قرآن کو سنا مت کرو۔ اور اسکو باطل کردو ممکن ہے کہ اس طرح تمکو غلبہ حاصل ہوجائے

جب کسی قوم کو چند بیماریاں عارض ہوتی ہیں - تو انکی بدولت - روح زندگی پر کوئی صدمہ نہیں پڑتا - البتہ جب قوم کا مزاج - جو افراد قوم کا جامع ہوتا ہے - بگڑ جاتا ہے - تو قوم بھی بگڑ جاتی ہے -

جسطرح ایک جسم کا مزاج بمتعدد اخلاط وعناصر مثلاً خون، پٹھے، گوشت، پوست وغیرہ سے کُھل مل کر بنتا ہے - اسی طرح ایک قوم کا مزاج بھی متعدد اصول وارکان جیسے نسب، مذہب، حکومت، اور ہم جنسیت وغیرہ سے مرکب ہوتا ہے اسی بناء پر وہ لوگ - جو بگڑی ہوی قوموں کی اصلاح کے بارہ مین ہمیشہ رائے زنی کرتے رہتے ہین - باہم بہت کچھ اختلاف رکھتے ہین - کوئی تو کہتا ہے کہ تعلیم نسوان کے بغیر قوم کو ترقی نہین ہو سکتی - کیونکہ تدبیر منزل کی تمام اصلاحین اسی پر موقوف ہے دوسرا کہتا ہے کہ قوم کے تعلقات ہم جنسیت کو قوی کرنے سے ترقی ہوگی - جو زبان اور وطن سے عبارت ہے - تیسرا کہتا ہے کہ قوم کی زندگی - اصلاح مذہب ہی سے متصور ہو سکتی ہے - یا آنکہ مسلمانون کے پاس ہر شئے مین مذہب ہی حاکم ہے اور مذہب کی رو سے مسلمانون کی جو کچھ اصلاح ہوگی - وہ اونکی ہر شئے کی اصلاح ہو جائیگی - چوتھا کہتا ہے کہ قوم کی اصلاح - سلطنت کی اصلاح سے صورت پذیر ہو سکتی ہے - کیونکہ سلطنت ہی ہر شئے کی تدبیر و انتظام کرنیوالی ہے

ہماری رائے مین یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قوم کا مزاج جن جن اخلاط کے بگڑنے سے بگڑا ہے - اور جنکی درستگی پر قوم کے مزاج کی درستگی موقوف ہے اون سب کی اصلاح ہونی ازبس ضروری ہے - یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اصلاح قوم کے تمام اصول مین قوم اور سلطنت ایسے اصول ہین - جن مین سے کسی ایک کی اصلاح - قوم کی اصلاح کے لئے کافی ہے - اگر حکومت کیجانب سے اصلاح ہو تو بہت ہی سریع النفوذ ہوگی - اور اگر قوم کی طرف سے درستگی

عمل مین آئے تو اوس مین دوام و ثبات زیادہ پایا جائیگا۔ ہم آیندہ اسکے متعلق مبسوط بحث کرینگے اور مذہبی، سیاسی، نسبی، جنسی، اور زن و شوہر کی زندگیون کا حال اور اونکے اصلاح کی کیفیت تفصیل وار بیان کرینگے۔

(از المنار) مترجمہ محمد اکبر علی حیدر آبادی۔

فاستجب لکم

ٹھیک اترتی نہین کسیکی فال — کہ کیلئے عمر کے سفر کا حال
ہان مگر اسقدر چلا ہے پتا — کہ یہ اسٹیج ہے طلسم کدہ
اسکی کوتاہی و درازی کی — کیا خبر اُنکو جو ہین خود فانی
جانین کیا کیسی ہے رہ ہستی — ہے بلندی کہان کہان پستی
پھر بھی جو ہین مسافر اس رہ کے — متفق گر ہون ایک دوسرے سے
نیک دل اور راستباز ہون سب — ایک کے ایک چارہ ساز ہون سب
متنفر ہو بشر سے بشر — ایک پھونچائے ایک کو نہ ضرر
بُعد منزل کی فکر پاس نہ آئے — راستہ ہنستے بولتے کٹ جائے
لیکن آئے کہان سے تجھ مین یہ بات — کہ ہے قسمت مین تلخئ اوقات
تجھ پہ ثروت کی ہے تعدی گاہ — ہے رعونت کبھی ترے ہمراہ
کبھی ہنستی ہے تجھ پہ نادانی — دیکھکر تیری اشک افشانی
اور کسیدن خدا نکردہ اگر — روز تیرہ ہو تیرا بد سے بتر
آشنا دینگے عہد الفت توڑ — موج طوفان مین تجکو جائینگی چھوڑ
حسد و کینہ اور بغض و نفاق — تجھ پہ کر دینگے زندگانی شاق
اسگھڑی نیکیون پہ کر تکیہ — ساتھ مت چھوڑ عزم و ہمت کا
پشت گرمی تری کرے جو امید — آئیگی فاستجب لکم کی نوید

(ترجمہ انگریزی) ضامن کنتوری

اُردو اور انگریزی

انگریزی زبان مین ایک محاورہ ہے جسکے معنی احمق کے ہین کہ فلان شخص اپنی
زبان مین غیر زبانون کے الفاظ زیادہ استعمال کرتا ہے - پس جو لوگ اردو زبان
مین فقط اپنی انگریزی دانی کی شیخی کے مارے بے ضرورت انگریزی الفاظ
بھرتے ہین وہ احمق ہین مگر میرے نزدیک ان سے زیادہ احمق وہ لوگ ہین جو
یہ چاہتے ہین کہ اردو زبان مین انگریزی الفاظ مستعمل ہی نہون - خواہ مخواہ انکی لئے
ہماری زبان مین الفاظ گھڑے جائین بعض آدمی ایسے اِن انگریزی الفاظ کے
استعمال کے دشمن ہین کہ جب کسی رسالہ و اخبار مین کوئی انگریزی لفظ لکھتے ہین تو
لاحول پڑھکر اُسکی جگہ ایک بے تکا لفظ بناتے ہین اور مشتہر کرتے ہین کہ انگریزی
لفظ کی جگہ یہ ہمارا لفظ استعمال کیا جائے - جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ وہ انگریزی
لفظ کو سمجھتے ہین نہ اپنی زبان کے لفظ کو - مین جب اس اصلاح کو پڑھتا ہون تو
مجھے بے اختیار یہ کہانی یاد آتی ہے کہ کسی مجلس مین ایک شخص اپنے بحری سفر کی
شیخی بگھارتے تھے کہ مین بڑا بحری سیّاح ہون اور سمندر کے سارے اسرار
جانتا ہون - ایک مجلس مین ایک ظریف مزاج بھی بیٹھے ہوے تھے اُنھون نے
سیاح سے کہا کہ آپ تو عجائب بحری کے عالم متبحر ہین مجھے عنایت فرماکر یہ تو
بتلا دیجئے کہ مچھلی کی صورت شکل کیسی ہوتی ہے مین نے اسکو کبھی دیکھا نہین
یہ سنکر وہ بڑے جھنجھلائے اور کہنے لگے کہ کیا بات تم نے مجھ سے پوچھی یہ مین
نہین جانتا کہ کوئی آدمی ایسا گدھا ہو کہ وہ مچھلی کو نہ جانتا ہو - ظریف نے کہا کہ
آپ خفا نہ ہوجئے مین نے مچھلی کبھی نہین دیکھی میرے نزدیک وہی عنقا ہے
اسلئے عرض کی کہ وہ مجھے بتلا دیجئے - یہ سنکر وہ فرمانے لگے کہ مچھلی وہ جانور ہے

جسکے سر پر دو سینگ ایسے ہین جیسی کہ اونٹ کے سر پر ہوتے ہین یہ سنکر اہل مجلس نے ایک قہقہا مارا اور کہنے لگے کہ کبھی نہ مچھلی دیکھی نہ شتر۔ بس یہی حال ان معترضین کا ہے کہ وہ نہ انگریزی لفظ کو جانتے ہین نہ اس لفظ کو سمجھتے ہین جسکو اسکی جگہ استعمال کرنے کو تبلاتے ہین۔ اعتراض سے اپنی حماقت و جہالت کا اعلان کرتے ہین۔

اہل نظر کو انصاف سے اس امر پر غور کرنی چاہیئے کہ جس سبب سے ہندی بھاشا مین۔ عربی۔ فارسی۔ ترکی الفاظ داخل ہوئے تھے وہی اب اردو زبان مین انگریزی الفاظ کے داخل ہونے کے لئے موجود ہین۔ **سلیمان پادشاہ** اور انکی ہندو رعایا ہم زبان نہ تھے اِن کے درمیان ترجمان کا ہونا ضرور تھا کہ بادشاہ اپنی رعایا کے حال سے آگاہ ہوتا اور رعایا بادشاہ کے حال سے واقف ہوتی اسلئے ہندؤن نے فارسی عربی پڑھنی شروع کی۔ مسلمانون نے اس ملک مین بس کر کچھ ہندؤن کی زبان سیکھی اور کچھ اپنی زبان سکھائی۔ اسطرح اردو زبان پیدا ہو گئی۔ دونو حاکم و محکوم ہمکلام ہونے لگے۔ بس اب انگریز بادشاہ اور ہم انکی رعایا ہین دونون ہم زبان نہین اسلئے ہمارے درمیان ترجمان کی ضرورت ہے کہ انگریزونکو اور ہم انگریزون کو سمجھین کہ کیا ہین۔ اسوجہ سے ہمنے انگریزی زبان اور انگریزون نے ہماری زبان سیکھنی شروع کی اسطرح ہماری زبان اور انگریزی زبان مین رشتہ مندی پیدا ہوئی۔ انگریزی لفظون کا خلا ملا ہماری زبان مین شروع ہوا وہ روز بروز بڑھتا گیا اور بڑھتا جائیگا۔ وہ جاہلون اور احمقون کے روکنے سے رکے گا نہین۔

یہ اصول ہر زبان کا ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ ہر زبان مین دو چیزین ہوتی ہین ایک الفاظ دوسرے خیالات۔ نقاد سخن کلام مین دونون کے

کھوٹے کھرے کو پرکھتا ہے۔ جب ان مین سے ایک بھی کھوٹا ہوتا ہے تو وہ کلام کو کاسد جانتا ہے۔ مسلمان اور ہندو دونون ایشیائی تھے اسلیئے گو وہ ہم زبان نہ تھے مگر ہم خیال ایسے تھے کہ ان کے خیالات مین اشتراک زیادہ اور افتراق تھوڑا تھا۔ اب انگریز یوروپین ہین جو نہ ہم زبان ہین نہ ہم خیال انکے اور ہمارے خیالات مین اشتراک کم اور افتراق بہت زیادہ ہے۔ جیسے انکے زبان کے الفاظ ہماری زبان پر شاہانہ تسلط رکھتے ہین ایسے ہی انکے مغربی خیالات ہمارے دماغ سے مشرقی خیالات کو اسطرح نکال رہے ہین جیسے کہ نیم گرم نمک پانی معدہ مین سے غذا کو استفراغ سے نکالتا ہے۔ مسلمانونکے عہد مین تو وقتاً فوقتاً عربی فارسی الفاظ بھی ہندی بھاشا مین داخل ہوتے تھے۔ اب انگریزی الفاظ اور مغربی خیالات، دونون ہماری زبان مین داخل ہوے ہین بہت کتابین مغربی خیالات کی ہماری زبان مین ترجمہ ہوتی ہین۔ ترجمہ کا قاعدہ کلیہ ہے کہ جب دو قوم مین ہم زبان نہین ہوتین تو ان کے خیالات اور الفاظ جو مشترک المعانی ہوتے ہین وہ ایک دوسرے کی زبان مین بآسانی ترجمہ ہوجاتے ہین افسانون مین تم نے دیکھا ہوگا بطور مثال کے چند اشعار لکھتا ہون سوختن جلنا چمکنا تافتن + ڈھونڈھنا جستن ہے پانا یافتن + دیکھنا دیدن رسیدن لنا بھاگنا + جان تو بیدار بودن جاگنا + ایسے ہی گھوڑے گدہے۔ بھیڑ بکری۔ گائے بیل کتا بلی وغیرہ کا ترجمہ ایک زبان سے دوسری زبان مین صحیح صحیح ہوتا ہے مگر باقی الفاظ کا ترجمہ قریب المعانی الفاظ مین ہوتا ہے جن مین کوئی نہ کوئی پہلو معانی کا فروگذاشت ہوجاتا ہے لیکن ایک زبان کے خیالات کا ترجمہ دوسری زبان مین جو ہوتا ہے اگر اس مین کچھ جان باقی رہتی ہے تو اصلی الفاظ کے استعمال سے۔ پس جب مغربی خیالات کی کتابین

اردو زبان مین ترجمہ ہوتی ہین ان مین مجبوری انگریزی لفظون کا استعمال ہوتا ہے اردو زبان مین مشرقی خیالات بیان کئے جاتے ہین تو ان مین مجبوراً عربی فارسی الفاظ استعمال کرنے پڑتے ہین ایسے ہی مغربی خیالات کے بیان کرنے مین انگریزی الفاظ ناگزیر کام مین لانے پڑتے ہین۔ معانی شناس تو کبھی اس استعمال پر اعتراض کریگا نہین مگر جاہل احمق بغیر اعتراض کئے رہنے کے نہین۔

اب دیکھئے کہ یہ کسطرح ہو سکتا ہے کہ انگریزی الفاظ اردو زبان مین استعمال نہون۔ انگریزی زبان مین بہت سے علوم فنون ایسے ہین کہ اکثر انکا نام تک بھی عربی فارسی سنسکرت مین نہین۔ مگر دو چار کا نام ہے تو وہ ان جدید علومون کو ایسا ہی ناموزون ہے جیسے کہ بچپن کا لباس جوانی مین۔ اب اگر انکا ترجمہ اردو مین تیار کیا جائے تو اسکو کوئی مانتا نہین مہذب دنیا مین صدہا ایجادات ہوتے ہین آلات و اوزار۔ آسایش و آرایش کے اسباب روز ولایت سے نئے نئے آتے ہین۔ پس ضرور ہے کہ انکا اصلی نام انگریزی لیا جائے۔ سپاہ و پولس و دیوانی و فوجداری و مالی عدالتون مین جو انگریزی اصطلاحات حاکم مقرر کرین انکے خلاف ہم اپنی زبان مین استعمال نہین کر سکتے۔ کیا سپاہ کی قواعد کے الفاظ انگریزی ہم بدل سکتے ہین؟ غرض ایک ضرورت نہین بلکہ بہت سی ضرورتین ایسی ہین کہ انگریزی لفظون کے استعمال بغیر ہمارا کام نہین چلتا۔

جنکا دعقل و علم سے بہرہ ہے وہ انگریزی الفاظ کے استعمال پر کوئی بیجا اعتراض نہین کرتے ہین۔ جاہل احمق اعتراض کرتے ہین اور کرتے رہین گے جبتک کہ علم و عقل ان مین آئے فقط۔

ذکاء اللہ عفی عنہ

ہمارا بھی تو ما را مجھکو اک تیر ہوائی ؛ دیکھا بھی تو دیکھا غلط انداز نظر سے

تصوف اور فلسفہ عشق

نمبر ۲

[illegible] صحیفہ جلد (۱) نمبر (۲)

[illegible] اور درخت [illegible] تصوف کا بیج تو حضرت آدم کے
[illegible] کو پل پھوٹی ۔ حضرت
[illegible] حضرت موسیٰ کی رسالت مین
[illegible] درخت مین پھول پھل آئے
[illegible] اس درخت کے انگورون سے
[illegible] جنہون نے علم تصوف کو
[illegible] شیخ ابو ہاشم ہین جو آٹھوین صدی عیسوی مین
[illegible] ہوئے تھے ۔ اور انکی سب سے پہلی خانقاہ رملہ مین تھی ۔
[illegible] غرضکہ یہ شراب عشق جسکو نصیب ہوی ہے اُس نے
[illegible] خیال کو فنا کر دیا ہے اور جوش مستی مین بحالت خود فراموشی
[illegible] اسکو [illegible] شیرازی نے اپنے اس شعر مین خوب نظم کر دیا ہے شعر

[illegible] صاحب دلا [illegible] خدا را — دردا کہ راز پنہان خواہد شد آشکارا

اگرچہ صوفیائے کرام کے حالات لکھنے کے لئے ایک مبسوط کتاب اور زمانہ دراز کی فرصت درکار ہے ۔ تاہم اس چھوٹے سے مضمون مین بھی جبتک بعض مشہور و معروف صوفیائے کرام کے عقائد اور اصول بیان نہ کئے جائینگے تصوف کے ابتداء اور اسکی غایت و منشا ہرگز سمجھ مین نہ آئیگی ۔ اس لئے ہمین یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض صوفیائے کرام کے نہایت ہی مختصر حالات

علی الترتیب بیان درج کئے جائین جن سے صرف اصول تصوف کی ابتدا اور اوسکی تاریخی ترقی ہمارے ناظرین کے ذہن نشین ہوجائے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۱ھ مین پیدا ہوے تھے اور فلسفہ تصوف مین کمال رکھتے تھے۔ مولوی جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ جنکی مثنوی شریف مشہور و معروف ہے فرماتے ہین کہ ایک مرتبہ حالت جذب مین حضرت بایزید بسطامیؒ کی زبان سے یہ کلمات نکلے تھے کہ "دیکھو مین خود خدا ہون۔ میرے سوا اور کوئی دوسرا خدا موجود نہین" کہا جاتا ہے کہ اسیطرح ایک اور وقت بھی حالت جذب مین ان بزرگ مقدس نے باواز بلند یہ فرمایا تھا کہ "میرے لباس مین بجز خدا کے اور کوئی چیز نہین ہے۔ جس کسی کو حق مل جاتا ہے وہ خدا مین جذب ہوجاتا ہے اور پھر خود خدا بن جاتا ہے" اس بہت بڑے صوفی کے کلمات سے ثابت ہوتا ہے کہ عالم مین بجز ذات باری تعالے کے اور کوئی چیز موجود نہین ہے مگر وہ ایک ہی شئے واحد مختلف رنگون مین اسی طرح جلوہ افروز ہوتی ہے جسطرح کوئی نوعروس رنگ برنگ کے مختلف کپڑے پہنکر خود خوش ہوتی اور دوسرون کو دکھاتی اگر ان عقائد کا مقابلہ آجکل کے فلسفہ جدید سے کیا جائے تو بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ دنیا مین بجز میٹر اور انیرجی یعنے مادے اور روح کے اور کوئی چیز پائی نہین جاتی اور یہ مادہ اور روح مختلف الوان اور لباسون مین جلوہ گر ہوکر پھر اپنی اصلی صورت پر آجاتے ہین۔ اور اس مادے پر وہ تمام صفات صادق آسکتے ہین جنکو اہل مذاہب نے خدا کی ذات مین قرار دیا ہے۔

ان کے بعد ۲۹۱ھ مین حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوے جنکا شمار بھی کاملین تصوف مین کیا جاتا ہے۔ اور وہ اس علم شریف کے ایک اعلی پروفیسر مانے جاتے ہین۔ کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ وجد کی حالت مین انہون نے یہ فرمایا تھا کہ

تیس برس تک خدا نے جنید کی زبان مین لوگون سے باتین کین حالانکہ جنید موجود نہ تھا
مگر پھر بھی لوگون نے اسکو نہ پہچانا" اسی طرح کے اور بہت سے کلمات ہین جو صوفیہ
کرام کی زبان مبارک پر حالت جذب مین آئے ہین۔ مگر ہم ان دو بزرگوارون کے
کلمات ہی پر اکتفا کرتے ہین جن سے اہل تصوف کا اصلی اصول بخوبی سمجھ مین آتا ہے
حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا کہ خدا نے میری زبان کے ذریعہ سے باتین
کین اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ الہام اور وحی منجانب خدا ہی ہوا کرتی ہے اور
وہ پیغمبرون اور رسولون کے ذریعہ سے اپنی ہدایتین اپنے بندون کو پہنچاتا ہے
اگر کوئی شاعر کسی شعر کی نسبت الہام کا دعوے کرے تو کچھ بیجا نہین ہے۔ کیونکہ
خدا ہی نے اسکے دل مین شعر کہنے کا خیال ڈالدیا تھا۔

ہمارے ناظرین کے دلون مین یہ خیال پیدا ہوگا کہ صرف مرد ہی
مظہر ذات باری ہے عورتون مین اس ظہور کی قابلیت نہین مگر انکا یہ خیال بالکل
غلط ہے۔ کیونکہ عورتین بھی فلسفہ تصوف کی ماہر گذری ہین اور انہین بھی خدا نے
اپنا مظہر قرار دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عورتون مین مردون کو اور مردون مین عورتونکو
خدا کا جلوہ زیادہ بین نظر آتا ہے کیونکہ انکا باہمی عشق فطری ہے مصنوعی نہین۔
حالانکہ یہ بہت ہی کم دیکھا جاتا ہے کہ مرد مرد پر اور عورت عورت پر عاشق ہو۔
برخلاف اسکے عورت و مرد کا عشق عام ہے۔ ہمارے اس دعوے کی تصدیق کہ
عورتون مین بھی مردون کی طرح ذات باری مین وصل ہونے کی قابلیت موجود ہے
یہ ہے کہ ۱۸۲ھ مین حضرت رابعۂ بصری رحمۃ اللہ علیہا پیدا ہوئین جو صوفیائے کبار
مین باتفاق شمار کی جاتی ہین۔ اور قدیم زمانہ کی ایک بہت بڑی مشہور و معروف
صوفی گذری ہین۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ راتون کو اپنی مکان کی چھت پر
جاکر یہ پکارا کرتی تہین۔

"اے خدا دل کا شور و غل شروع ہو گیا ہے۔ اب عاشق [illegible] شوق کے
پاس ہے۔ مگر تو میرا عاشق ہے۔ اور تیرے [illegible] میں خوش ہوں۔"

فرید الدین عطار نے جو [illegible] صدی عیسوی کے ایک [illegible] صوفی شاعر [illegible]
اپنی کتاب تذکرۃ الاولیا میں لکھتے ہیں کہ "ایک دفعہ حضرت رابعہ سے کسی [illegible] پوچھا
"کیا آپ شیطان سے نفرت رکھتی ہیں" انہوں نے جواب دیا "نہیں"۔ پھر ان سے
دوسرا سوال کیا گیا کہ "آپ کیوں نفرت نہیں رکھتیں؟" اسکے جواب میں انہوں نے
کہا "خدا کی محبت سے مجھے اسقدر فرصت نہیں ملتی جو میں اس پر نفرین کروں"
خود حضرت رابعہ کا بیان ہے کہ ایک بار خواب میں مجھ سے رسول اللہ صلعم نے
پوچھا "اے رابعہ! کیا تو مجھ سے محبت کرتی ہے" رابعہ نے جواب دیا "اے
رسول اللہ ایسا کون شخص ہے جو آپ سے محبت نہیں رکھتا۔ مگر خدا کی محبت نے
میرے دل میں ایک تل بھر جگہ بھی نہیں چھوڑی۔ جو میں کسی سے محبت یا نفرت
رکھوں"

اہل تصوف میں یہ روایت [illegible] مشہور ہے کہ [illegible]
ایک مرتبہ [illegible] کہ میں تشریف [illegible] خود کعبہ [illegible]
پیشوائی کے لئے آگے [illegible]
اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ اہل اسلام میں عورت کی [illegible]
حاصل ہے۔ اگرچہ اس زمانہ میں مذہبی تعلیم کے نہ ہونے سے [illegible] عام الناس میں عورتوں کی
نسبت حقارت آمیز خیالات شایع ہو گئے ہیں جو دور کرنے کے لایق ہیں۔

اس موقع پر یہ بتانا بھی ضرور ہے کہ دنیا جسم انسانی کی طرح خود آپ اپنی
مصلح ہے۔ جب جسم میں کوئی خلط حد اعتدال سے بڑھ جاتی ہے تو طبیعت خود
اسکے دفع کرنے کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ اسیطرح سے اس عام مذہب میں بھی

نظرت ہر ایک برائی کے استیصال کی طرف آمادہ ہو جاتی ہے۔ جب اہل مذہب کا
تعصب اور سختی درجہ اعتدال سے گذر کر انتہائے حد پر پہنچگیا تو اُسوقت
خود بخود دنیا مین تصوف کا زور بڑہنے لگا اور اس تعصب کے دور کرنے کے لئے
خدا نے ایک ایسے آزاد خیال فرقہ کو اٹھا کر کھڑا کر دیا جس نے اہل مذہب کے
جانکاہ سختیون کو روک دیا اور ان کے خیالات کی مخالفت ایسے مختلف پیراؤن سے
کی جس نے انہین دنیا کی نظرون سے گرا دیا اور اہل تصوف کا ڈنکا چار دانگ
عالم مین بجنے لگا۔ مگر صوفیائے کرام کو یہ فتح اوسوقت نصیب ہوی جب اہل
مذہب کے ہاتہون سے صدہا صوفی بکرون کی طرح قربان ہو گئے اور دنیا مین
ہر ایک بڑے خیال کی اشاعت کے لئے اس قسم کی قربانیان ضروری سمجھی جاتی ہین
نوین صدی عیسوی تک تصوف کے پودے نے ایک نامعلوم طور سے
ترقی کی۔ مگر اس زمانہ مین مریدون اور خانقاہون کی تعداد نے ان کے
رقیبون اہل شرع کے کانون کو کھڑا کر دیا تہا اور وہ اس بڑہتے ہوی دخت کی
ترقیون کو حسد کی نظرون سے دیکھنے لگے تھے راستہ مین صوفیون کے قتل
وقمع کا زمانہ آ پہنچا اور اب تو اہل شرع نے ان کی علانیہ مخالفت شروع کی
اور انکے قتل کے فتوے سرخ روشنائی سے لکہنے شروع کر دئے۔ (باقی آیندہ)

محب حسین

کسی پہ جان نثار [illegible] کسی پر [illegible] تصدق ہے
[illegible] دل رہم گشتہ تھے بندہ بے تعلق ہے

بھلا کیا قبر مین لیجا [illegible] دہان [illegible]
یہ تبرہ ہی سلئے ہے اور یہ تجہیز تصدق ہے

[illegible] نہ خواہش صورت کی
ہمارے ہو چکے ہم اب کسی سے کیا تعلق ہے

کبھی جنگل کسی سے بات کرتے شان لگتی تھی
خدا کی شان اب اونکی زبان محو تملق ہے

طریق عشق مین کیفی کمان کی عاقبت بینی
امور مملکت مین حاجت غور و تعمق ہے

ایطے کا جواز

قافئے کی تین قسمین ہین ایک مختلف اللفظ و مختلف المعنی جیسے خنجر محشر وغیرہ دوسری مختلف اللفظ و متحد المعنی جیسے زبان۔ لسان تیسری متحد اللفظ و مختلف المعنی جیسے کان معنی معدن اور کان بمعنی گوش۔ یہ صحیح قافئے کی تعریف ہوئی۔ چوتھی قسم متحد اللفظ و متحد المعنی جیسے خنجر خنجر یہ ایطا ہے چونکہ دراصل حرف روی قافیہ ہوتا ہے اسلئے جب حرف روی بھی متحد المعنی ہو تو وہ بھی ایطا ہے جیسے خوشی و غمی کی (ی) اس اعتبار سے اردو مین بنا کا قافیہ مٹا اور ہوا کا قافیہ رہا ایطے سے خالی نہین اسوجہ سے کہ قافیہ یعنے حرف روی الف ہے اور وہ ایک معنی کا ہے بنا مٹا مین تعدیہ یا ماضی کے معنی کا اور ہوا رہا مین حرف ماضی کے معنی کا جب اس قسم کے قافیون مین طرح ہوتی ہے تو ناواقف سننے والون کو معلوم بھی نہین ہوتا کہ ہمنے کیا کہا اور واقف لوگ ایطے کے سبب اچھے شعر کی بھی داد نہین دیتے بلکہ دل مین ہنستے ہین۔ واضح ہو کہ ایطے کا ہونا کچھ مطلع ہی پر موقوف نہین۔ اسلئے مجھکو لکھنا پڑا کہ بنا مٹا وغیرہ کا قافیہ گو از روئے قاعدہ ایطے سے خالی نہو مگر استعمالاً درست ہے اسلئے کہ استعمال زبان سے مجبوری ہے۔ چنانچہ جامی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ معردون و مجعون کا قافیہ نکرنا چاہئے اور خود لکھا شعر

من نتوانم ہم این خوبان شہر آشوب را　　ہمت شہر آشنایان نیست روئے خوب را

وجہ یہ ہے کہ جامی علیہ الرحمہ کو استعمال زبان سے مجبوری تھی اور حبیب رحمت محنت وغیرہ قافئے جو مصدری تے کے ہم معنی ہونے کے سبب ایطے سے خالی نہین فارسی مین مستعمل ہین جیسے جامی ؎

ساقی بیا و بادہ دہ اکنون کہ فرصت است　　مطرب بزن ترانہ کہ فرصت غنیمت است۔

جان مرا زمرہم راحت نشان مپرس — کز عاشقی نصیبہ او داغ محنت است
پیکان آبدار کہ آید ز دست دوست — بر عاشقان سوختہ باران رحمت است

حافظ؎

دیدہ آئینہ دار طلعت اوست — دل سرا پردہ محبت اوست

اسیطرح اکثر وہ قوافی جو تفعیل وغیرہ کے وزن پر آتے ہین جیسے تعلیم تفہیم وغیرہ مستعمل ہین تو اردو مین استعمال کیون نہ مانا جائے اور کیون تمام شعرائے حال پر اعتراض ہو میرے خیال مین شاید ہی کوئی اردو گو شاعر ایسا ہوگا جسکی کلام مین ایسے قافئے مستعمل نہوئے ہون مثالاً چند شعر لکھتا ہون۔

خواجہ آتش

ہستی کو مثل نقش کف پا مٹا چکے — عاشق نقاب شاہد مقصود اُٹھا چکے

امیر مینائی

تہنیت رعد نے چلا کے سنائی کیسی — ہان مین ہان کوند کے بجلی نے ملائی کیسی

جلال لکھنوی

پہلو مین کسکو بزم مین اوس نے بٹھا لیا — کیون اے اجل ہمین نہ جہان سے اُٹھا لیا

حیا دہلوی گورگانی

پڑھو نہ فاتحہ اک تیر ہی لگاؤ تم — کسیطرح مرے مدفن پہ ہاتھ اٹھاؤ تم

داغ دہلوی

سبق ایسا پڑھا دیا تو نے — دل سے سب کچھ بھلا دیا تو نے

شمشاد لکھنوی

وہ مرا دل دکھا نہین سکتے — عرش اعظم ہلا نہین سکتے

قلق لکھنوی

چوڑیون کو نہ تم بڑھا رکھنا — مہندی ہرگز نہ تم اُٹھا رکھنا

شیخ ناسخ

جب وادیٔ وحشت مین گزر میرا ہوا ہے — ہر ایک بگولا پئے تعظیم اُٹھا ہے

نسیم لکھنوی

آتشکدہ پریون نے بناکر — پھینکا اوسے پھول سا اٹھاکر

مومن دہلوی

او جو یہ راز نہانی نہ کھُلا — جیتے جی جی ہی مین ارمان رہا

بعضے کہتے ہین کہ بٹھا بُھلا جب بنا مٹا وغیرہ کے ساتھ قافیہ ہون تو ایطا نہین ہے اس وجہ سے کہ لفظ کی صورت بدل جاتی ہے۔ یعنے بیٹھ بھول مین جو (ی۔و) وہ الف تعدیہ وغیرہ داخل ہونے پر قایم نہین رہتے میرے نزدیک اگرچہ (ی۔و) نہون مگر الف جو قافیہ ہوا ہے وہ تو وہی ایک معنی کا رہتا ہے ایطا کیونکر نہوگا۔ غرض ایسے قافیئے اگر کوئی لکھے تو استعمالاً جایز سمجھے جائین گے ورا گر بنائے تو التزام ہے اوسکی ذات کے واسطے۔

میرزا منیر الدین ضیا دہلوی گورگانی

ای نیاکار کہ غفلت اسیرا نجام آرد — خواب بیدار کند یوسف کنعانی را

در طلب بیدست و پایم ہہتے ای درد دل — تا برد سیلاب اشک آنجا بآسانی مرا

*

تا دل بتو رہنمائے من شد — من بر دل و دل فدائے من شد

تا کشودم دیدۂ دل یار در آغوش بود — خواب من اے آفرین محتاج تعبیرے نشد

نگاہم را نیا نگذاشت کز بزم تو گل چینم — چہ آن طفلے کہ ہمسیر است با اوستاد در گلشن

*

عناصر سرمۂ چشم خیال ذات باری تھے — ازل مین اللہ اللہ خاک پہونچی تھی کہاں میری

*

جن جن کو تھا یہ عشق کا آزار مر گئے — اکثر ہمارے ساتھ کے بیمار مر گئے

صد کاروان وفا ہے کوئی پوچھتا نہین — گویا متاع دل کے خریدار مر گئے

ہمدردی

ہمارے مخدوم مکرم مولانا مولوی سید نادرالدین صاحب معقول پروفیسر دارالعلوم نے مندرجہ بالا سرخی کے زیر عنوان مضمون مین اس ناچیز رسالہ کے متعلق جو کچھ اپنے سچے بیش قیمت خیالات ظاہر فرمائے ہین ہم انکا دل سے شکریہ ادا کرتے ہین :-

دوستان! من کئے ہوس دارم بنالیدن ولے
درد چون در سینہ باشد نالۂ زار آورد

ہمدردی کا لفظ تمام ہندوستان بلکہ علی الخصوص حیدر آباد مین تو ایسا مشہور ہو رہا ہے کہ ہر شخص اور ہر جلسہ مین تو کیا ہر گلی کوچہ مین اسی کا پکار رہا ہے لیکن دنیا مین بہت تلاش کے بعد بھی ایسے الفاظ کی مثال کم ملسکتی ہے جو عام و خاص کی زبان زد ہون اور اونکا مفہوم بھی پورا پورا اس شعر کا مصداق ہو سہ

"معدوم شد مروت و مفقود شد وفا   این ہر دو نام ماند چو عنقا و کیمیا"

مگر موجودہ زمانے مین ہمدردی مذکورہ الفاظ کی ایک ایسی مثال ہے جو اپنا نظیر آپ ہی ہے۔ نہین نہین بڑی غلطی ہوی۔ بعض الفاظ ایسے بھی ہین جنکے دراصل کچھ اور ہی معنی ہوتے ہین۔ اور دوسری وضع کے اعتبار سے انکے کچھ اور ہی معنے ہو جاتے ہین۔

ہمدردی کا لفظ بھی انہین الفاظ مین سے ہے جسکے اصلی معنے غیر کی غمخواری کرنے کے تھے۔ لیکن اب اسکا استعمال خود غرضی اور نفسا نفسی اور اپنی غمخواری کے معنون مین ہو گیا ہے جسکا عنوان تعبیر ایک ایسا لفظ ہے جو سماعت مین آتے ہی غیر کی غمخواری کا تصور بند ہا دیتا ہے۔ جس سے سننے والے قدیم فطرت کے لوگ

دہوکے مین پڑ ہکر ہمدردی پکارنے والونکو قومی ہمدرد اور بہی خواہ خیال کرتے ہین۔
اور وہ یہ خیال کیون نہ کرین کہ انکو تو اس دوسری وضع کا علم ہی نہین ہے اور علم
ہو کیونکر کہ یہ وضع تو صیغہ راز مین ہوی ہے جسکا واضع فری میسنی خواص کا فریق ہے
جو ایک دوسرے کو پہچان جاتے ہین اور دل ہی دل مین ایک دوسرے سے
نِصفُ الّیَ وَنِصفُ الَّکْ کا معاملہ کر لیتے ہین۔ اور قدیم فطرت کے لوگون کو اپنے
خیال والا تصور کر لیتے ہین جسکے مناسب حال یہ شعر ہے ؎

محبت جادۂ دارد نہان در خلوت دلہا   چو تار سبحہ گم گردید این رہ زیر منزلہا

گو اس خود غرضی نے جو بعنوان ہمدردی جا بجا پکاری جاتی ہے۔ ہمدردی
پکارنے والون کو بے اعتبار کر دیا ہے۔ کیونکہ اس وضع جدید سے دانشمند
اہل خرد کسیقدر واقف ہوتے جاتے ہین جسکی وجہ سے اگر کوئی شخص لفظ ہمدردی کو
اصلی معنون مین ہی استعمال کرے تو وہ لوگ خود غرضی سمجہکر چوکنے ہو جاتے ہین
اور اوسکی شرکت کرنے مین صرف پس وپیش ہی پر کتفا نہین کرتے بلکہ خیرخواہی
خیال سے جو جو وہ تدابیر بہم پہونچانا چاہتا ہے اونکے مٹانے کی فکر مین معروف
ہو جاتے ہین۔ مگر نہین ایسا نکرنا چاہئے اور ایسے ہمدرد قوم کی رفتار مین
غور و خوض سے کام لینا چاہئے اور اسکے تدابیر کو خوب جانچنا چاہئے کہ انکا
نتیجہ محض اسکی ذات کیطرف عود کرتا ہے یا محض غیر کیطرف منجر ہوتا ہے۔ یا
اسکا رخ دونون طرف مساوی نسبت رکھتا ہے۔ یا اسکی طرف زیادہ مائل ہے
یا غیر کی طرف۔ اگر غیر ہی کیطرف اوسکا رخ ہے یا غیر کی جانب زیادہ مائل
ہے تو عقل عاقبت اندیش سے یہ کوسون دور ہے کہ ایسے ہمدرد کی معاونت
نہ کیجائے۔ بلکہ اسکو قوم کا سچا بہی خواہ بے زر خریدہ خادم جانکر اسکی معاونت
مالی۔ زبانی اور عمل جوارح سے فرض قومی تصور کرنا چاہئے تاکہ روز بروز اسکی

ہمت بڑہتی جائے اور اسکی دیکھا دیکھی دوسرے بھی سچے ہمدرد قوم اور بہی خواہ پیدا ہون اور رفتہ رفتہ قوم کی حالت درست ہوتی جائے۔ ترقی کے زینہ پر چڑہنا شروع ہو۔

دنیا مین کوئی بھی ترقی کیون نہو جبتک اسکے اسباب و اطوار اور رفتار کا علم عام خلایق کو حاصل نہو تو قوم کا ہر فرد ترقی کے زینہ تک بھی رسائی حاصل نہین کرسکتا۔ چہ جائیکہ اوسکے ادنی مراتب طے کرتا ہوا اعلی مراتب کی سیر حاصل کرے اور قوم کے ہر فرد کو ترقی کے اسباب و اطوار اور شرائط و موانع کے دفعیہ کا علم اس ہی صورت پر حاصل ہوسکتا ہے کہ مذکورہ امور کو قوم کی عام فہم زبان مین بیان کیا جائے تاکہ وہ پورے پورے واقف ہوکر موانع ترقی سے اجتناب کرین اور اسباب ترقی کے حاصل کرنے مین مصروف ہون اسی خیال سے ہوا خواہان قوم نے اردو زبان مین لکچر دینے کا ڈہنگ نکالا اور ناولون کا اختراع کیا اور کتب تواریخ کے ترجمے شایع کئے لیکن عموماً ان سے اپنے اغراض ذاتی کو زیادہ پیش نظر رکھا یا اپنا شہرہ ملحوظ رکھا مگر ان سے بعض لکچرار اور ناول نویس یا رسالون کے شایع کرنے والے ایسے بھی ہین جنکی تحریر و تقریر اور تالیف و تصنیف ایسے مضامین پر بھی مشتمل ہے جو پبلک کو مذکورہ امور پر متنبہ کرتے ہین اور جن سے محض ہمدردی کی خوشبو آتی ہے اور کیونکر ہمدردی کی خوشبو نہ آئے کہ جو بات دل سے نکلتی ہے خواہ اوسکا عنوان کیسا ہی ہو دوسرے کے دل پر کچھ اپنا اثر کرہی گذرتی ہے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

سخن کز دل آید بود دل پذیر

چنانچہ موجودہ زمانہ مین بھی ہمدردان قوم اپنے رسالون مین عمدہ عمدہ مضامین مفید ترقی معاش اور موجب درستی اخلاق و توسیع معلومات شائع کر رہے ہین مگر

صحیفہ کیمپنی نے جس خاص انداز سے متذکرۂ بالا امور کا ذمہ لیا ہے دوسرا
کوئی رسالہ ابتک خاص اس انداز کا کفیل پبلک کی نظرون مین کم آیا ہوگا جسکے
نثر و نظم کا ایک نرالا انداز ہے اور مضامین علمی و عملی اور ترتیب و ترغیب کا
اس خوش اسلوبی کے ساتھ بیان ہے جس سے تھوڑی سی اردو زبان جاننے والا
شخص بھی عمدہ طور پر مستفید ہو سکتا ہے اس مین شبہہ نہین کہ ہر شخص کا انداز بیان
جداگانہ ہی ہوا کرتا ہے مگر صحیفہ کا انداز کچھ ایسا واقع ہوا ہے جسکو دیکھکر باربار دیکھنے کو
دیکھنے والے کا جی للچاتا ہے ایسے رسالہ کی پبلک اگر معاونت نہ کرے تو سخت
افسوس کی بات ہے لیکن ہمکو پبلک اور قوم کی نسبت ایسا خیال نہ کرنا چاہیے
صحیفہ کو ابھی تک قدردان قوم کی پیشی مین جانے اور اپنا حسن دکھانے کا
شرف بھی کب حاصل ہوا ہے تاکہ ہمکو اوسکی عدم قدردانی کی شکایت کرنیکا
موقع ملے صحیفہ کا کمال حسن اور روز افزون خیال ایسا نہین ہے کہ پبلک کا
ہر فرد دیکھکر اسکا دلدادہ نہو اور اسکی ناز و انداز کی خریداری مین بیساختہ
وہ یہ شعر نہ پڑھے ؎

جانی چند دادم جان خریدم بحمد اللہ کہ جان ارزان خریدم

ہمکو اسبات کا پورا یقین ہے کہ بانی رسالہ کا حوصلہ روز افزون ترقی
کرتا جائیگا۔ اللھم ربنا افتح بیننا بین قومنا وانت خیر الفاتحین۔

سید نادر الدین

کافی اشکون کے لئے دامن مژگان نہوا	دلمین ناسور نہان ہوکے بھی پنہان نہوا
بزم سے اپنی نکلنے کا دیا حکم اوس نے	آج میری جگہ افسوس ہے ارمان نہوا
رنگ بدلے ہین زمانے نے ہزارون لیکن	رنگ تبدیل ترا اے شب ہجران نہوا
ہم کو جگہ ہی مین رکھتا تو بہت اچھا تھا	تجھسے اتنا بھی تو اے گنبد گردان نہوا

از [illegible] حیدرآبادی۔

ریویو

نظام الاسلام[1]

یہ ایک چھوٹا [illegible] مع ٹائٹل کے چالیس صفحون پر دینیات کا ابتدائی رسالہ ہے
اس حصہ مین نجاست - طہارت - وضو - تیمم کا بیان بطور سوال وجواب کے
عمدگی سے لکھا گیا ہے - نماز پنجگانہ کے اوقات بھی حسن سے بیان کئے گئے ہین -

اذان - فرض نماز - جماعت واجبات وسنن کے صحیح احکام درج ہین اور مفسدات
ومکروہات نماز - تعداد رکعات - نماز پنجگانہ وغیرہ جدول مین نئے طریقے سے لکھے گئے ہین -

جمعہ - عیدین - تراویح - میت کی نماز - مسافر کی نماز کے چیدہ اصول وفروع بھی
بطور سوال وجواب ضمن مین ظاہر کئے گئے ہین - عربی ادعیہ اور سورتون کا ترجمہ
حاشیون پر لکھا گیا ہے (حصہ دوم) (اڑتالیس صفحون پر)

اس مین - روزہ - زکواۃ - حج کے مختصر مفید احکام پہلے حصہ کیطرح بطور
سوال وجواب اچھی طرح سے بیان کئے گئے ہین - سوائے اسکے مفید مقام حدیثون
اور آیتون کا ترجمہ جابجا کیا گیا ہے -

یہ ہر دو رسالے من جمیع الوجوہ حنفی المذہب بچونکی ابتدائی تعلیم کے لئے بیحد مفید ہین
سرکار عالی حضور نظام کے ممالک محروسہ کی درس گاہون مین یہ رسالے داخل نصاب ہین
حصہ اول (۲ ر) حصہ دوم (۴ ر) پر ملسکتا ہے - خواہ ہمارے دفتر سے
منگوائے یا مولوی صاحب سے -

---

[1] یہ دونون رسالے ہمارے مکرم مولوی محمد عبد الجلیل صاحب نعمانی مدرس دینیات مدرسہ
آصفیہ ساکن حیدر آباد دکن محلہ سلطان پورہ کی تالیف سے ہین۔

ارکان اسلام

مندرجہ بالا نام کتاب مولفہ جناب منشی سراج الدین احمد خان صاحب مالک اڈیٹر اخبار "زمیندار" جسمین توحید ۔ نماز ۔ روزہ ۔ حج ۔ زکواۃ کے احکام محققانہ طور پر نئے مذاق کے طالب علم اور انگریزی مدرسون مین پڑہنے والے مسلمان بچون کے لئے مفید اور کار آمد دلچسپیون کے اضافہ سے لکھے گئے ہین۔

اور اس کتاب کے چھتیس سبقون کی ترتیب بھی اچھے اسلوب پر ہے۔

قابل مولف نے تو اس کتاب کو صرف مسلمان بچون ہی کی تعلیم کے لئے تیار کیا ہے مگر چونکہ اس زمانے کے انگریزی تعلیم یافتہ مسلمان باوجود ڈگری حاصل کرنیکے اپنی مذہب سے محض بے بہرہ ہی نہین ہین بلکہ گستاخانہ اعتراضون سے اپنی بے بنیاد قابلیت کا اظہار موجب تفاخر سمجھے ہوے ہین۔ اسلئے ہمارا خیال ہے کہ یہ کتاب اون بے خبر مسلمانون کے لئے بھی ایک اعلی سبق ہے۔

مشنری اسکولون مین عیسائی مذہب کی ترویج و اشاعت کے لئے صدہا کتابین اس قسم کی روز بروز تیار کیجاتی ہین۔ مگر مسلمان ہین کہ اونہین زمانے کے مذاق سے کچہ واسطہ ہی نہین لکیر کے فقیر بنے بیٹھے ہین۔ آفرین ہے ہمارے دوست منشی صاحب پر کہ باوجود فکر نفس اخبار زمیندار کی اہمیت کے اونہون نے اسطرف توجہ فرمائی اور انجمن حمایت الاسلام کے نام معنون کرکے اس کتاب کی تالیف سے مشکور و ماجور ہوے۔

ہان جسطرح بچونکی تفہیم و تعلیم کیلئے پیرائے خیالات سریع الفہم تجویز کیا گیا ہے اوسیطرح اردو زبان سلیس اور آسان نہین ہے۔ ابتدائی جماعت کے بچون کے لئے ہماری رائے سے اس کتاب کی عبارت سخت اور مشکل ہے۔

لکھائی چھپائی اچھی کاغذ بھی اچھا ہے قیمت بھی گران نہین یعنی صرف ۸ ر کلدار ذیل کے پتہ سے طلب فرمائیے منشی سراج الدین احمد خان صاحب اڈیٹر اخبار زمیندار ۔ کرم آباد ۔ پنجاب ۔ ایڈیٹر

بانکی پنہاری

اے پری پیکر و قمر سیما
گل رخ و حور شکل و مہ پارا

حور جنت کی تیری آنکھون پر
روز و شب ہے ہزار جان سے فدا

روز دو چار قتل ہوتے ہین
جنکو بہاتی ہے تیری بانکی ادا

ہدف تیر ناز ہین لاکھون
سینکڑون کشتگان تیغ ادا

تجکو کہتے ہین قدسیان فلک
غیرت حور نور کا پتلا

روز ہوتا ہے اے سراپا نور
تیری عارض پہ ماہ کا دہوکا

خم ابرو ہلال عید امید
لب جان بخش غیرت موسا

کس بلا کی ہین نیم باز آنکھین
ہے خجل جنسے نرگس شہلا

جا بلے دے لن ترانیان للہ
مین بھی شایق ہون صورت موسا

رخ روشن ہے غیرت خورشید
زلف ہے رشک عنبر سارا

فتنۂ حشر ہے تری رفتار
کیا عجب ہو قیامت آج بپا

بجلی گرتی ہے خرمن جان پر
غیر کے آگے مت نقاب اٹھا

تری وعدہ خلافی سے لے جان
زندگی دور موت سے جینا

تیر سا لگ گیا کلیجہ پر
غیر کے ساتھ جب کبھی دیکھا

دل سپر ہے مرا ہدف ہے جگر
تیرے انداز تیر تیغ ادا

سن ہے تیرہ برس سے کچھ افزون
چودہوین شب کا بدر ہے پورا

کان مین جھمکے اور ناک مین نتھ
سرخ جوڑا ہے رنگ ہے گورا

سبز بلوری چوڑیان باریک
پیارے ہاتھون مین خوشنما ہین کیا

شکل کچھ ایسی بھولی بھالی ہے
پیار آتا ہے دیکھکر چہرا

ہے قیامت نزاکت اوس بت کی
دست و پا پر ہے بار رنگ حنا

مر بجائیگا سادگی پہ کون
تم ہی انصاف سے کہو بخدا

تیری آنکھوں مین ہے غضب کا سحر
وہ اگر راہ پہ گرا جسے دیکھا

سیر کو نکلے جب وہ رشک چمن
رشک گلشن ہوا عرصۂ صحرا

راہ مین گل بچھاتی ہے بلبل
جب نکلتا ہے وہ گل رعنا

چپ دکھانی ہے اسکو بس منظور
اک بہانہ ہے پانی لوٹے کا

اظہری کل جو اسکو پانی مین
عکس کا کل کہین نظر آیا

کس ادا سے کہا جھپانک ہے
سانپ ہے سانپ ہے اژدر آیا

ڈول کی سدھ رہی نہ رسی کی
فق ہوا دہشت سے رنگ چہرہ کا

پہر جو سمجھی تو ہوکے کھسیانی
لگی کہنے کہ یہ ہوا کیا تھا

پانی پانی ہوی خجالت سے
اور پانی کو ہنسکے پہر جھانکا

اتنے مین پہنچا مین جھپٹکر پاس
کیا کہون ہائے کس ادا سے کہا

کچھ نہین کچھ چلو جاؤ
ہو چکا یہ بھی اک تماشا تھا

کھپ گئی دلمین یہ ادا اسکی
کر گیا کام اس کا یہ کہنا

خوب لکھی ہے سرگذشت اپنی
اظہری واہ واہ کیا کہنا

کمترین ابو الخیر سید حسین علی اظہری۔

کیفی حیدرآبادی

بیساختہ ہنستا اونہین منظور ہی کب تھا
منہ کھل گیا لب سہ نہ سکے بار تبسم

پاس ۔ دل سیکدہ مین بہول کے آیا کہ دیر مین
چیز ایک جا گئی ہے گمان ہے کہان کہان

ردی ۔ وان نازکی سے لب پہ تبسم بھی بار ہے
یان شوق گفتگو مین خموشی گران مجھے

مخزنا ۔ جا بہنے والو نکا مجمع دیکھکر سکتے ہین وہ
کیا ہمین پیدا ہوے سارے زمانے کیلئے

مست ۔ لے جنون ہوش کی سے لے ہم نہین ایسے مجنون
کیا ملا قیس نے جو بادیہ پیمائی کی

حصہ دوم میں سنہ ۱۸۲۳ء سے سنہ ۱۸۵۶ء تک کے حالات لکھے ہیں جن میں واقعات ہند جنگ و پیکار میں برٹش گورنمنٹ کے فتح اور نصرت پانے کے حالات۔ اور حصہ سوم سنہ ۱۸۵۷ء سے سنہ ۱۹۰۱ء تک جس میں حضور ملکہ معظمہ کی وفات پانے تک کے حالات لکھے ہیں۔ ان میں واقعات عظیمہ سنہ ۱۸۵۷ء کے غدر و بغاوت کے بالتفصیل بیان کئے گئے ہیں کہ ہندوستانی سپاہ نے بغاوت کیوں کی کس کس جگہ بغاوت کی آگ بھڑکی اور کیونکر دبی اور انگریزی حکومت بحال ہوئی ایک ہزار صفحوں کے قریب بغاوت کے حالات میں لکھے گئے ہیں۔ ابتک کوئی کتاب اردو زبان میں اس بسط و تفصیل سے غدر کے بیان میں لکھی گئی ہے جس کا بیان مولف نے اپنی چشم دید لکھا ہے۔ حصہ چہارم میں اون محاربات عظیمہ کا ذکر کیا گیا ہے جو انگلستان کے اور ملکوں سے یورپ۔ ایشیا۔ افریقہ میں سوائے ہندوستان کے ہوئے ہیں جیسے کہ جنگ کریمیا۔ جنگ سوڈان و مصر و ٹرنسوال وغیرہ ہیں۔ ان چاروں حصوں کے ۲۰۰۰ صفحے ہیں قیمت للعہ محصول ۸ ہے۔

آئین قیصری

پانچویں حصہ کا نام آئین قیصری ہے۔ اس میں مضامین مفصلہ ذیل ہیں۔ مولف نے جو ترقیاں خود دیکھی ہیں ساری دنیا میں قیصر ہند کی سلطنت کہاں کہاں ہے ہندوانگلینڈ میں گورنمنٹ کیونکر منتظم و منضبط ہوئی۔ اس میں وقتاً فوقتاً کیا تبدیلیاں ہوئیں۔ بالفعل اسکی کیا صورت ہے ہندوستان کے لئے قوانین کیونکر مدون ہوئے اور ان میں کیا کیا تغیرات ہوتے رہے عدالتیں کیونکر مقرر ہوئیں سپاہ کیونکر مرتب ہوئی اسکے اندر کیا کیا انقلابات واقع ہوئے۔ پبلک ورکس نہروں اور ریلوں کا مفصل حال۔ تعلیم کی اشاعت کیونکر ہوتی ہے۔ اس تعلیم کا اثر کیا ہوا ہے کیا ہوتا ہے۔ ہندوستانی ریاستوں سے برٹش گورنمنٹ کے کیا کیا تعلقات ہیں۔ ہندوستانی ریاستوں میں کن باتوں کی ترقی ہوئی۔ ہندوستانی سپاہ کا بیان ہندوستان کی آمد و خرچ کا بیان ہندوستان سے انگلستان روپیہ جانے کا بیان۔ ٹیکس کس کس طرح لیجاتی ہیں۔ نمک افیون کے ٹیکسوں کا بیان برٹش گورنمنٹ کیا حصہ لیتی ہے۔ اور ہندوستان کی گورنمنٹ کیا لیتی تھی ہندوستان کا افلاس معقول کتنے سررشتے مہیہ جاری ہوئے۔ کس کس قسم کو انگریز ہندوستان میں دیتے ہیں۔ اس کتاب کے صفحے ۵۰۰ ہیں قیمت عہ محصول ۸ ہے۔

عہد سلطنت انگلیشیہ ہند کی کامل تاریخ از سنہ ۱۶۰۰ء تا سنہ ۱۹۰۱ء

ان پانچ کتابوں میں سے حصہ اول و دوم و حصہ سوم سے کامل تاریخ عہد سلطنت انگلیشیہ ہند مرتب ہوئی ہے صفحے ۲۳۲۴۔ قیمت للعہ ہے جو سب کتابیں مسلسل ہیں۔

اڈیٹر

پہلی شکایت دوسرا شکریہ

مندرجہ ذیل اخبارات و رسائل کے دفتروں پر ہم اپنا میگزین نمبر بغرض تبادلہ ابتدا سے روانہ کر رہے ہیں۔ پہلے کالم والے اخبارات و رسائل سے شکایت ہے کہ باوجود چار نمبر وصول ہونے کے نہ تبادلہ منظور کیا نہ اشاعت کی اطلاع دی۔ ہم امید کرتے ہیں کہ معزز معاصرین ہماری شکایت پر توجہ فرما کر تبادلہ سے ممنون فرمائینگے۔ دوسرے کالم کے اخبارات و رسائل کا دوبارہ شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے تبادلہ منظور فرمایا ہے۔

علیگڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ ۔ پیسہ اخبار ۔ وطن ۔ ہندوستان ۔ وکیل ۔ البشیر ۔ آریہ گزٹ ۔ تہکاری ۔ ستیہ دھرم پرچارک ۔ تحفۂ دکن ۔ آرمی نیوز ۔ شمس الاخبار ۔ جریدۂ روزگار ۔ اودھ پنچ ۔ النجم ۔ دبدبۂ سکندری ۔ سول اینڈ ملٹری نیوز ۔ اخبار عام ۔ ریاض الاخبار ۔ ہندوستانی ۔ پنچ بہادر ۔ قومی ہلچل ۔ حبل المتین ۔ صلح کل ۔ علیگڈہ منتھلی ۔ قانون ۔ مخزن ۔ ترقی ۔ عصر جدید ۔ الہادی ۔ الکاشف ۔ دکن ریویو ۔ آریہ مسافر میگزین ۔ مجلۂ طبیہ ۔

زمیندار ۔ اردو اخبار ۔ پولس ایڈوکیٹ ۔ ذوالقرنین ۔ نظام الملک ۔ نیر اعظم ۔ مخبر دکن ۔ نیر آصفی ۔ کرزن گزٹ ۔ مشیر دکن ۔ علم و عمل ۔ دکہنی ۔ جام جمشید ۔ جلوۂ محبوب ۔ الحامی ۔ دلشاد ۔ خزانہ ۔ الحکم ۔ پیلی بہت گزٹ ۔ جین دھرم پرچارک ۔ پنجاب کا اخبار ۔ اردوئے معلی ۔ ماہواری رسالہ انجمن حمایت الاسلام ۔ اتحاد ۔ الندوہ ۔ زمانہ ۔ ریویو آف ریلجنز ۔ نسیم دکن ۔ دبدبۂ آصفی ۔ محبوب الکلام ۔ فصیح الملک ۔ مسیحا ۔ انوار اسلام ۔ معلم صحت ۔ نوجوان ۔ تحفۂ مبنی ۔

اقتباسات متعلق شمع آگرہ

از جناب نواب سید محمد حسین صاحب ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن حیدرآباد دکن

ہندوستان مین بدقسمتی سے برج بابل کی طرح بھانت بھانت کی بولیان وجود مین آئین اور ہندوستان کے سیاسی حالات اس رنگ ڈھنگ کے رہے کہ یہ بولیان ابھی کچھ بھی ترقی نہ کرنے پائین تھین کہ ہندوستان پر انگریزی قوم مسلط ہو گئی اور ایسے اسباب رونما ہونے لگے کہ ہندوستان مین تعلیم کا ذریعہ انگریزی زبان قرار دی گئی میکالے کے مغالطہ انگیز چمکیلے الفاظ والے مشہور نوٹ نے جدید تعلیم نظام کے اصلی مقاصد کو نظر انداز کر دیا اور مدت تک ہندوستانی انگریزی تعلیم یافتہ لوگ اسی خبط مین مبتلا رہے کہ جو کچھ لکھین انگریزی مین لکھین یہان تک کہ انگریزی مین شعر گوئی ایک نہایت فخر و مباہات کی چیز سمجھی جانے لگی، ایک ہندوستانی کی قلم سے انگریزی مضامین کا رسالون مین طبع ہونا قابلیت کی بین دلیل پائی جانے لگی اور کسی ہندوستانی کی انگریزی تحریر کی کسی انگریز نے داد دی تو پھر کیا کہنے، قابلیت کو چار چاند اور لگ گئے اور اگر کسی انگریز نے ان الفاظ مین مدح سرائی کی کہ مضمون نگار کی انگریزی بالکل ایک انگریز کی انگریزی معلوم ہوتی ہے تو کیا پوچھنا ہے جن صاحب کی شان مین یہ الفاظ کسی انگریز کی قلم سے نکلے بس یہ نئی روشنی کی معراج ہو گئی، اس خبط مین اب بھی بہت سے ہندوستانی نوجوان مبتلا ہین لیکن یہ خوشی کی بات ہے کہ اب ایسے لوگ بھی نظر آنے لگے ہین جو جدید تعلیم یافتہ ہین لیکن اس خبط کے اثر سے محفوظ ہین، ہندوستان مین انگریزی زبان اور مغربی نصاب تعلیم کی مفید ضرورت اسلئے تھی کہ ہندوستانی زبانین عہد طفولیت مین تھین، علوم سے عاری اور اظہار خیال سے معذور انگریزی کے ذریعہ مغربی نظام کے مطابق تعلیم پاکر ہندوستانی دماغ ان علوم اور خیالات سے مالا مال ہو سکتے تھے جنکی

بدولت یوروپ کی اقوام آگے بڑھ رہی تہین اور اس طرح دماغون کی تربیت پانے اور نفوس کے شائستہ
اور آراستہ ہونے کے بعد یہ توقع ہوسکتی ہتی کہ تعلیم یافتہ دماغ اپنی اپنی ہندوستانی مادری زبان کو
علوم سے مالامال اور اظہار خیالات کی دولت سے مستغنی کر دینگے۔ البتہ انڈیا کے ڈائرکٹرون کا
۱۸۵۴ء والا مراسلہ میکالے کی تحریر سے کہین زیادہ مدبرانہ صداقت اور خلوص آمیز تہا جس مین اُنہون نے
اِس بات پر زور دیا تہا کہ انگریزی کے ذریعے مغربی نصاب کی تعلیم اِسی صورت مین مفید اور خلوص پر
مبنی ہوگی کہ اسکا نتیجہ یہ ہو کہ ہندوستان کی مختلف زبانین علوم جدیدہ اور نئے خیالات سے لبریز ہوجائین
لیکن جیسا کہ اِس تحریر کے شروع مین ذکر کیا گیا ہے ہندوستانی تعلیم یافتہ اِس خبط مین گرفتار ہوگئے کہ
انگریزی ادبیات مین سربرآوردہ بنین اور انگریزی انشاپردازون اور شعرا کے کم از کم دوش بدوش
ہوجائین، لیکن کئی اسباب ایسے پیدا ہوئے جن مین سے ایک زبردست سبب جامعہ عثمانیہ کا قیام
بہی ہے کہ ہندوستانیون کی توجہ اس جانب منعطف ہوئی کہ اصل علمی اور کلچر کی ترقی مادری زبان
کے ذریعے ہی ہوسکتی ہے، انگریزی تعلیم کی ابہی ضرورت مدتون رہیگی اِس لئے نہین کہ ہندوستان
کے پوت اور پتریان شکسپیر اور الزبیتھ بارٹ بروننگ کی مادری زبان مین تخلیقی کام کی کوشش کرین
اور اپنی عمر اور اپنا دماغ تباہ کرین بلکہ اسی لئے کہ زبان انگریزی کے ذریعے علوم اور اعلیٰ تخیلات
سے اپنے دماغون کو رچا کر اپنی مادری زبان کو اظہار خیال کا بہترین ذریعہ بنائین اور اپنی زبان مین
علوم جدیدہ کا وافر خزانہ فراہم کرکے اِس خزانہ مین اور اضافہ کرین۔ اِس معا کے مطابق عمل کیا جاتا
تو آج ہندوستان کی کئی زبانین زبان انگریزی کی ہم پلہ ہوچکی ہوتین اور اُن مین سے کوئی ایک
زبان اِس قدر آگے بڑھ چکی ہوتی کہ سارے ہندوستان کی عام زبان قرار پا جاتے، خیر صبح کا بہولا
اگر شام کو گھر آجائے تو اُسے بہولا نہ کہنا چاہیئے، اب ہندوستان کے مدبر و غیور اصحاب اِس جانب
مائل ہو رہے ہین اور بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ ولایت کے تعلیم یافتہ ہندوستانی نوجوان بہی
اِس میدان مین عملی حصہ لے رہے ہین ورنہ ایک زمانہ تہا کہ ولایت کے تعلیم یافتہ نہ صرف اپنی زبان
و معاشرت سے بیزار ہوجاتے تہے بلکہ بعض کو تو اپنے ہندوستانی ہونے سے بہی عار آتی

[illegible] رسالہ "شمع" کے مدیر مولوی محمد مجیب صاحب اور مولوی حسن عابد صاحب جعفری دونوں آکسفورڈ یونیورسٹی کے علمی فرزند اور بیرسٹر ہیں۔ پہلے صاحب مسلم یونیورسٹی کے پروفیسر ہیں۔ دوسرے صاحب بہت عزیز دوست بھی بیرسٹر اور وہ پرجوش ہندوستانی مسلمان ہیں جو جنگ بلقان کے دوران میں ولایت سے تعلیم کو خیرباد کہکر محض اسلامی ہمدردی کی خاطر ایک وفد ترکی لیگئے تھے۔ ان تعلیم یافتہ احباب نے یہ رسالہ جاری کیا ہے اور خوشی کی بات ہے کہ یہ دونوں اعلےٰ تعلیم یافتہ حضرات اپنی مادری زبان کی ترقی کی اہمیت اور ضرورت کو پوری طرح محسوس کرتے ہیں اور کم و بیش انہیں خیالات سے متاثر نظر آتے ہیں جو ابھی اس تبصرہ کے شروع میں سپرد قلم کئے گئے ہیں۔

ہمیں اس سے کامل اتفاق ہے کہ اُردو ادب میں تجدید تعمیر کی ضرورت ہے اور اس پہلو کو پیش نظر رکھکر ہم نے بغور مطالعہ کیا، نئی بنا کا ڈالنا بہت مشکل کام ہے اور ابھی "شمع" کو رونق افروز بزم ادب ہونے کل کی بات ہے لیکن اس میں تجدید تعمیر کے سب اسباب موجود ہیں۔ گذشتہ نمبروں کے مضامین کارآمد اور پرمغز ہیں۔

"شمع" کا حجم ۱۱۲ صفحات ہے اور ہر ماہ کم از کم دو۲ تین۳ تصاویر بھی شایع ہوتی ہیں۔ غرضکہ ہر سال ہزاروں علمی مگر دلچسپ مضامین نظم و نثر کے چودہ سو صفحات اور اعلےٰ ترین اقسام کی ۳۰-۳۲ تصاویر کو ایسے اہتمام کے ساتھ یعنی بہترین کاغذ اور لکھائی چھپائی کے ساتھ صرف چھ۶ روپے میں دینا فی الحقیقت ایک زبردست ایثار ہے، اور تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ قابل اور خوشحال مدیران "شمع" کو محض علمی اور ادبی جذبات کے شوق میں نکالا ہے اور اس سے کوئی ذاتی فائدہ ہونا ناممکن ہے، ہم نے "شمع" کے ہر پرچہ کو توجہ کے ساتھ دیکھا ہے اور ہم دلی مسرت کیساتھ اسکی کامیابی کے لئے دست بدعا ہیں اور بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستان میں اس سے بہتر اور زیادہ حجیم اُردو رسالہ کوئی نہیں ہے سلسلہ تصاویر کا جدید جو انتظام ہوا ہے وہ دنیاء ادب میں آپ اپنی نظیر ہے، مغل عہد کی بہترین تصاویر کے علاوہ پادشاہان اودھ اور اُن کے مشہور و معروف اُمراء اور شعراء کی تصاویر بھی ہیں جو صرف لکھنؤ سے تعلق رکھتی ہیں، نظم کا حصہ بھی نہایت دلچسپ ہوتا ہے اور معلومات جدید کا سلسلہ قایم

ہوا ہے وہ بھی نہایت پاکیزہ ہے غرضکہ اُردو کا یہ علمی، ادبی، سیاسی اور تاریخی مصور رسالہ ہمارے لئے
مایۂ افتخار ہے، پروفیسر محمد حبیب اور مسٹر جعفری ہماری دلی شکریہ کے مستحق ہیں۔ اگر آپ اعداد دیکھتے
کے ہم پھولے سے شیدا ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم "شمع" کے خریداروں میں اضافہ کر کے اس
مستقل علمی نعمت کو مستحکم بنا دیں۔

یہ زمانہ محض زبانی ہمدردی کا نہیں ہے، ہم کو یوروپ کی تقلید کرنی چاہئے اور جو لوگ واقعی اور
سچی ہمدردی اور ایثار کے ساتھ ادب اور علم کی خدمت کر رہے ہیں ان کی پوری پوری امداد کرنی چاہئے
کیونکہ یہ امداد قطعی علم و ادب کی امداد ہے اور ہماری معمولی توجہ سے رسالہ کا حجم زیادہ ہو کر اور مفید
بن جائیگا، اور عمدہ تصاویریں بھی زیادہ تعداد میں شایع ہونے لگیں گی"

یقین ہے کہ اُردو داں حضرات ضرور اس طرف توجہ فرمائیں گے، مدارس اور کالجوں کے طلباء
"شمع" کو روح اور دماغ کیلئے ایک نفیس غذا پائیں گے، لائبریری وغیرہ میں بھی سکا جانا نہایت ضروری ہے"

اخبارات

ہمدرد روزانہ دہلی مورخہ ۲۵ مئی ۱۹۲۵ء

"رسالہ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہواری رسائل کی بدمذاقی کو چھوڑ کر "شمع" جس مذاق کو
اپنے ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہے وہ نہایت سنجیدہ، بلند اور علمی ہے۔ رسالہ میں ہر قسم کے مضامین
مثلاً تاریخ، ادب، فلسفہ، سیاسیات، سائنس، مذہب، لطائف، ظرائف، نقد و تبصرہ، اور شعر و سخن کا
انتظام کیا گیا ہے .... موجودہ زمانہ کی ضروریات کے لئے یہ زبان استعمال کی جاتی ہے
کہ عام طور پر روزانہ کے استعمال کے اُردو میں موزوں الفاظ کا ملنا دشوار ہے۔ پروفیسر محمد حبیب

حسن عابد جعفری صاحب کے رسالہ کی ادارت اس امر کی کافی ضمانت ہے کہ شمع اُردو زبان کی تجدید
تعمیر کا بہترین ذریعہ بنے گا۔"

اودھ اخبار لکھنؤ۔

"رسالہ نہایت پاکیزہ اور دلچسپ مضامین کا مجموعہ ہے .... کافی ضمانت ہے کہ رسالہ
علم دوست اصحاب کے لئے ایک غیر معمولی چیز ثابت ہوگا۔"

ذوالقرنین بدایون

اِس کی ادارت کا بار انگلستان کے دو تعلیم یافتہ نوجوان مسٹر محمد حبیب اور مسٹر حسن عابد جعفری
بیرسٹرایٹ لا صاحبان نے سنبھالا ہے .... اسکے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت جلد
اُردو ادب کی جدید تعمیر میں کامیاب ہوگا .... رسالہ کے صفحات میں خالص ادبیات کے علاوہ
ہر قسم کے مضامین کی گنجائش رکھی ہے .... اِس قسم کے ٹھوس اور سنجیدہ اور سیاسی مضامین اردو
داں پبلک میں صحیح سیاسی مذاق پیدا کرنے کی غرض سے شائع کرنا ملک کی حقیقی خدمت ہے جسکے
لئے مدیران شمع قابل مبارکباد ہیں۔"

اودھ پنچ لکھنؤ۔

"مسٹر محمد حبیب (آکسن) بیرسٹرایٹ لا اور حسن عابد جعفری صاحب (آکسن) بیرسٹرایٹ لا آگرہ نے
یہ شمع روشن کی ہے، خدا کرے شام جوانی عشاق کی شب فراق کی طرح طولانی ہوجائے اور
کبھی سحر کا منہ نہ دیکھے۔"

مدینہ بجنور

"علمی اور ادبی مضامین کا ایک دلچسپ مفید اور عمدہ ذخیرہ ہے، ظاہری اور معنوی محاسن کے
اعتبار سے شمع ملک کے بہترین رسالوں میں شمار کیا جاسکتا ہے اور توقع ہے کہ اُردو زبان کی
نہایت اچھی خدمت سرانجام دیگا۔ طباعت و کتابت بہت خوب، وغیرہ، وغیرہ۔"

کشاف بمبئی۔ وثوق کیساتھ کہا جاتا ہے کہ "شمع" خاطر خواہ کامیابی حاصل کریگا۔"

رسائل

اُردو

"اس کے اڈیٹر جناب محمد حبیب (آکسن) بیرسٹرایٹ لا، پروفیسر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ اور جناب حسن عابد صاحب جعفری (آکسن) بیرسٹرایٹ لا اگرہ ہین، دونون صاحب فضیلت، صاحب ذوق اور پرجوش نوجوان ہین۔ یہ قران السعدین شاید ہی اُردو کے کسی دوسرے رسالہ کو نصیب ہوا ہو۔ ایڈیٹرون کی طرح رسالہ بہی ہونہار ہے اور مضامین کی ترتیب اور نوعیت بتا رہی ہے کہ آگے چلکر نام پیدا کرے گا۔ .... ہمین اس زمانہ مین جبکہ رنگ برنگ کے رسالے جاری ہو رہے ہین شمع کو دیکھ کر خوشی ہوی کہ صحیح مقاصد ہی کے ساتھ نہین بلکہ صحیح عمل کیساتھ میدان مین آیا ہے، اور ہمین یقین ہے کہ وہ ضرور کامیاب ہوگا۔"

پٹنہ ٹائمس۔ یہ ایک نہایت عمدہ رسالہ ہے جسمین دلچسپ تاریخی مضامین اور تصاویر شایع ہوتی ہین ہم بہار کے تعلیم یافتہ مسلم حلقہ مین جہان اُردو ادب کی فی زمانہ نہایت شدید ضرورت محسوس ہورہی ہے سفارش کرتے ہین کہ اِس رسالہ کا ضرور مطالعہ کرین۔"

ڈیلی میل۔ یہ رسالہ مذہبی اور فرقہ دارانہ جدوجہد سے پاک و مبرا ہے، اسمین نہایت اعلےٰ قسم کے مضامین تاریخ و فلسفہ اور سائنس وغیرہ پر شایع ہوتے ہین۔ اُردو ادب کا خاص لحاظ رکھا جاتا ہے ہم اُردو سے مذاق رکھنے والے حضرات کی خدمت مین اِس مفید اور دلچسپ رسالہ کی نہایت زور کیساتھ سفارش کرتے ہین۔ ..... جنوری سنہ ۱۹۲۸ع کے پرچہ کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ قابل مدیران نے اعلےٰ مذاق کو کس خوبی کیساتھ قایم رکھا ہے۔

العلم حیدرآباد۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ولایت کے تعلیم یافتہ نوجوانوں نے بھی اِس میدان صحافت مین حصہ لیکر یہ رسالہ جاری کیا اسمین شک نہین کہ شمع اُردو کے چوٹی کے رسالون مین شمار ہونیکے قابل ہے یقیناً شمع اُردو کی یہ لحاظ ادب یہ لحاظ معلومات علمی بہت قابل قدر خدمت انجام دیگا، اساتذہ کو اِسکے مضامین ضرور پڑھنے چاہئین طلبہ شمع کو روح اور دماغ کے لئے ایک نفیس ضیافت پائین گے۔

ریویو- اورینٹیل کالج میگزین لاہور

نومبر ۱۹۲۵ء شمع "یہ علمی، ادبی، تاریخی، مصور رسالہ جناب محمد حبیب صاحب (آکسن) بیرسٹر ایٹ لا پروفیسر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ، اور جناب حسن عابد صاحب جعفری (آکسن) بیرسٹر ایٹ لا آگرہ کی ادارت مین آگرہ سے ماہوار شایع ہوتا ہے، مشہور اہلِ قلم اسکے صفحات کو اپنی تحریرون سے زینت بخشتے ہین، مئی اور جون کے نمبرون مین متعدد اعلےٰ مضامین شایع ہوئے ہین جن مین سے نواب صدر یار جنگ، مولانا شرر اور مدیران کے مضامین خصوصیت سے قابل ذکر ہین "

نیرنگ خیال

" شمع " کے اجزاء سے ادب اُردو مین نہایت قیمتی اضافہ ہوا ہے " شمع " تاریخی، ادبی، اور محققانہ مضامین سے لبریز ہوتا ہے، ہر مضمون جدید نقطۂ نگاہ سے لکھا جاتا ہے اور قدیم صوفیانہ روش کی پابندی لازمی نہین سمجھی گئی، صوبۂ متحدہ مین شایع ہونیوالے رسائل مین شمع کی زبان سب سے سلیس اور سادہ ہے۔ شمع مین جو کچھ لکھا جاتا ہے وہ روزمرہ مین لکھا جاتا ہے اور غیر مانوس علمی اصطلاحات وجدید غلط سلط بندشون اور محاورات سے پرہیز کیا جاتا ہے، اُردو کے قدردان اِس تاریخی اور ادبی رسالہ کی قدر کرین گے، لکھائی چھپائی بہترین ہے "

پیش ہوا کرتا ہے، لکھائی چھپائی نہایت خوب، مختلف تصویروں سے رسالہ آراستہ و پیراستہ ہے کہ ناظرین اول سے آخیر تک سیر کئے بغیر چھوڑ نہیں سکتے، رسالہ کی حیثیت سے اگر دیکھئے تو بھی کوئی لائق شین صرف سالانہ چھ روپے، ششماہی تین روپے آٹھ آنہ، ایک پرچہ کی قیمت مع محصول ڈاک دس آنے ہے، آج ہی طلب فرمائیں اور چٹپٹے مضامین سے لطف حاصل کریں "

رہنمائے تعلیم لاہور

جو میسرز محمد حبیب آگسن، اور حسن عابد جعفری آگسن بیرسٹر ایٹ لا کی ادارت میں اپنی زندگی کے کامل چار سال ختم کر کے نئے سال سے پانچویں سال میں قدم رکھتا ہے، اُردو زبان کا بہترین رسالہ ہے اور واقعی اسم بامسمے ہونیکے ساتھ علمی دنیا کی تاریکی دور کرنے میں شمع کا کام دیتا ہے، پانچویں جلد کے پہلے نمبر میں شیخ علی حزین کی تصویر اور اُن کے مقبرہ و مکان کی تصویر دی گئی ہے، نثر و نظم کے تمام مضامین بہت قابل تعریف اور قابل دید ہیں، اُردو نہایت شستہ، محاورہ اور روزمرہ کا نمونہ، اور ماڈرن اُردو کا بہترین ذخیرہ لئے ہے، قیمت سالانہ چھ روپے (سے ماہی سہ تصاویر) کے علاوہ نواب برہان الملک بہادر کی تصویر بھی زیب رسالہ ہے، خریداری کے لئے منیجر صاحب شمع، حسن منزل شاہ گنج آگرہ سے خط و کتابت کیجائے "

خطوط

شمس العلماء خان بہادر نواب سید امداد امام صاحب قبلہ پٹنہ

حقیقت میں بے مثل رسالہ .... آپ کی ترقی حیات و اقبال کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے انشاءاللہ تعالےٰ آپ کی ذات با برکات تا دیر نفع رسانِ بنی آدم رہے گی "

آنریبل مسٹر جسٹس زاہد الرحمٰن زاہدی صاحب ایم اے بیرسٹر ایٹ لا جج ہائی کورٹ کلکتہ

پرچہ تو بڑے ٹھاٹ سے نکالا ہے اور نہایت دلچسپ، مضمون کی ذی استعدادی اور

"...ہے، مجھے بھی اپنے خریداروں میں شامل کر کے افتخار بخشیں"

جناب اعزازی سیکرٹری صاحب گلزار سپورٹس کلب باغبان پورہ لاہور

"نومبر ۱۹۲۷ء یہ خط پہنچتے ہی از راہ کرم ایک سال کے لئے رسالہ شمع وی، پی، ارسال فرما دیجئے مہربانی فرما کر اس عریضہ کو نہایت ضروری تصور فرمایئے، ممبران کلب رسالہ کے نہایت مشتاق اور منتظر ہیں کیونکہ شمع کے مضامین نہایت قیمتی ہوتے ہیں"

علامہ سر محمد اقبال صاحب ایم، اے، کے، سی، آئی، ای، بیرسٹرایٹ لا، لاہور

"رسالہ شمع، نہایت دلچسپ، تاریخی مضامین کی ندرت کے اعتبار سے اس شمع کی نسبت یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ ؎ روشن از وے دی شب دہم امشب است"

آنریبل سر فضل حسین صاحب کے، سی، آئی، ای، بیرسٹرایٹ لا، وزیر کونسل وائسرائے ہند

"میں دعا کرتا ہوں کہ آپ کی یہ شریفانہ اور پُر خلوص کوشش کامیاب ہو، ملک میں ایسے ہی رسالوں کی ضرورت ہے جیسا کہ شمع ہے"

آنریبل نواب سر ذوالفقار علی خان صاحب کے، سی، آئی، ای

"میں آپکے رسالہ کو بعید دلچسپی کیساتھ مطالعہ کیا کرتا ہوں براہ کرم مجھے بھی خریدار بنا لیجئے"

بذریعہ پرائیویٹ سکرٹری صاحب مہاراجہ محمد علی محمد خان بہادر، کے، سی، آئی، ای والئی محمود آباد ہوم ممبر ممالک متحدہ

"رسالہ مقبول ہے اور دل سے پسند ہے"

بذریعہ سکرٹری صاحب سر میاں محمد شفیع صاحب بیرسٹرایٹ لا، کے، سی، آئی، ای

"ممدوح رسالہ کو پسند فرماتے ہیں براہ کرم جاری رکھئے، وہ بہت ممنون ہیں"

جناب شیخ مشیر حسین قدوائی صاحب بیرسٹرایٹ لا، ممبر لیجسلیٹو اسمبلی تعلقہ دار گدیہ

"میں بہت شوق سے شمع کیلئے مضامین لکھا کرتا ہوں وہ مجھے دل سے پسند ہے حقیقت میں خوب رسالہ ہے"

نواب سید محمد حسین جعفری صاحب (آنرس) ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن حیدرآباد دکن

دلی مبارکباد قبول ہو، مجھے ضرور خریدار بنائیے، مین آپکی شمع کا پروانہ ہون ایک مضمون عنقریب ارسال کرونگا، نہایت پاکیزہ اور دلکش رسالہ نکالا ہے، خدا نظر بد سے بچائے "

مسٹر ڈی، ایم، تریبان ممبر لیجسلیٹیو کونسل بمبئی

" خدا آپ کو کامیاب فرمائیے، بہت عمدہ رسالہ ہے۔

آنریبل اے، ڈبلو، اور بیک رائٹ صاحب آئی، ایم، ایس، ڈی، پی، ایچ وغیرہ

شمع کو دیکھکر مسرت سے اچھل پڑا، صدق دل سے مبارکباد پیش کرتا ہون قبول فرمائیے، مین خود مضامین دونگا،

ایچ، آر، نیول اسکوائر آئی سی، ایس سی، آئی، ای کمشنر

"بہت عمدہ رسالہ ہے اور مین اسکی کامیابی کے لئے دعا کرتا ہون "

جناب محمد معشوق حسین خان صاحب کلکٹر، رائے چور

" رسالہ بہت اعلیٰ پیمانہ پر نکالا ہے، مجھے بھی خریدار تصور فرمائیے "

جناب مولانا عزیز لکھنوی۔

"مین بہت خوش ہون، خوب رسالہ ہے۔ خدا آپکو جزائے خیر دے، شمع کی روشنی محفل ادب مین اچھی طرح پھیلتی جاتی ہے "

جناب پنڈت رادھے ناتھ صاحب کول رئیس پنجاب والا الہ آباد تخلص گلشن

" رسالہ بہت خوب ہے، مجھے خریدار بنا لیجئے "

جناب محترمہ بیگم صاحبہ حامد علی صاحب آئی سی، ایس، کلکٹر لڑکانا سندہ

مین صدق دل سے امید کرتی ہون کہ آپکی عمر زیادہ ہوتا آپ ایسا دلچسپ اور عمدہ رسالہ جاری رکھین "

مولوی محمد معین الدین انصاری، بی، اے، کینٹ، بیرسٹرایٹ لا لکھنؤ،،

رسالہ کو دیکھکر بہت دل خوش ہوا، خدا آپکی ہمت افزائی کرے، جو امداد میرے امکان مین ہے اس سے دریغ نکرونگا اگر آپ لوگونکی کوشش جاری رہی تو میرا شوق جو مردہ ہوچکا ہے پھر زندہ ہو جائیگا "

محمد بہادر خان صاحب مہدوی۔ مہدوی منزل حیدرآباد

مین سنے ہز اکسیلنسی مہاراجہ سرکشن پرشاد صاحب بہادر کے یہان آپکا رسالہ شمع دیکھا، دیکھتے ہی پروانہ ہوگیا، مہربانی فرماکر میرے نام رسالہ، وی، پی، روانہ فرمادیجئے ۔"

جناب مولوی محفوظ الحق صاحب، ایم اے، پروفیسر عربی و فارسی پریذیڈنسی کالج کلکتہ

"دعا ہے کہ یہ شمع عرصہ تک روشن رہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

فانوس بن کے آپ حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

رسالہ طباعت اور مضامین دونون کے لحاظ سے نہایت خوب ہے اور یہ اُردو کی خوش نصیبی ہے کہ آپ جیسے صاحب علم اور علوم مغربیہ کے فضلانے اِس زبان کی خدمت اپنے ذمہ لی ہے ۔"

جناب سر تیج بہادر سپرو صاحب، ایم اے، ایل، ایل، ڈی، کے، سی آئی، ای، سابق وزیر قانون کونسل وائیسرائے ہند، الہ آباد

شمع بہت اچھا پرچہ ہے مجھے بہت پسند ہے، اور یقین ہے کہ آپ سے قابل اور پرجوش نوجوان اڈیٹرون کے ہاتھون مین اس کو پوری کامیابی حاصل ہوگی ۔"

جناب ٹھاکر کلیان سنگھ صاحب بی، اے، چیف آف کھاچریا باس جیپور

مین شمع کا خریدار ہون اور اسکی خوبیوں کا دل سے معترف ہون، خدا اسکی عمر مین برکت دے ۔"

جناب مولوی ظفر حسن صاحب ایم، اے، سپرنٹنڈنٹ آرکیالوجیکل ڈپارٹمنٹ صوبہ اگرہ و دہلی

شمع نہایت پاکیزہ پرچہ ہے اور مین اِسکا دل سے قدر دان ہون، میری رائے مین اِس سے بہتر اُردو مین کوئی رسالہ نہین ہے ۔"

جناب سید غلام پنجتن صاحب بی، اے، ایل، بی، وکیل ہائیکورٹ حیدرآباد دکن

"خدا شمع کی رات قیامت کی صبح تک رکھے"

جناب مولوی سبطین احمد صاحب بی، اے، بی، ٹی، ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ اسکول بدایون

"شمع کی کامیابی کا مین دل سے آرزومند ہون، آپسے لوگون کی توجہ ضرور اسکوشاندار بنادیگی"

مولوی محمد عبدالشکور صاحب، ایم، اے، بی، ٹی، اڈیٹر طلیعہ مسلم یونیورسٹی علیگڑہ

"فی الجملہ اگر اسی آن بان کے ساتھ شایع ہوتا رہا تو بسا غنیمت ہوگا، جناب جس ذوق وشوق اور ایثار کے ساتھ اُردو کی خدمت فرمارہے ہین وہ نہایت قابل ستایش ہے"

جناب مولوی احسان احمد صاحب، بی، اے، ایل، بی، وکیل اعظم گڑہ

"شمع دیکھا۔ مجھے نہایت خوشی ہے کہ اِس رسالہ کا خالص مقصد، ادبی، اور علمی خدمت ہے انشاالله مین اسکی خدمت کے لئے ہر وقت حاضر رہونگا"

جناب خان بہادر مولوی محمد ماشاالله خانصاحب سول سرجن آگرہ

"شمع" میرے گھر کی روشنی ہے، خداوند عالم تا قیامت اِسکو دایم و قایم رکھے"

نوٹ:- اسی قسم کے صدہا خطوط موجود ہین"

سائنس

انجمن ترقی اُردو کا سہ ماہی رسالہ

جس کا مقصد یہ ہے کہ سائنس کے مسائل اور خیالات کو اردو دانوں مین مقبول کیا جائے، دنیا مین سائنس کے متعلق جو نئی نئی بحثیں یا ایجادیں اور اختراعیں ہو رہی ہین یا جو جدید انکشافات وقتاً فوقتاً ہونگے اُن کو کسی قدر تفصیل سے بیان کیا جائے، اِن تمام مسائل کو حتی الامکان صاف اور سلیس زبان مین بیان کرنیکی کوشش کیجائیگی، اس سے اُردو زبان کی ترقی اور اہل وطن کے خیالات مین روشنی اور وسعت پیدا کرنا مقصود ہے۔

یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہندوستان کے سائنس دانوں کے علاوہ یوروپ کے فضلانے بھی اس رسالہ مین مضمون لکھنا منظور فرمایا ہے۔ چنانچہ پروفیسر انڈر ریڈ ڈی، ایس، سی، پی، ایچ، ڈی، پروفیسر برلن یونیورسٹی اور پروفیسر سر آر تھر کیتھ کے مضامین وصول ہو چکے ہین جن کے ترجمے اس رسالہ مین شایع ہونگے۔ متعدد بلاک بھی ہون گے "

رسالہ ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۸ء مین شایع ہوگا، تقطیع بڑی رسالہ اُردو کی ہوگی (۲۰×۲۶/۸) سالانہ چندہ آٹھ روپے سکہ انگریزی۔

اُمید ہے کہ اُردو زبان کے بہی خواہ اور علم کے شایق اسکی سرپرستی فرمائین گے "

المشتہر

انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد دکن

اعلان

جامعہ ملیہ "شعبۂ تصنیف و تالیف" جدید انتظام کے بعد "اُردو اکاڈمی" کہلاتا ہے" اکاڈمی" کا مقصد یہ ہے کہ اُردو زبان مین مختلف علوم و فنون پر مستند کتابین لکھوا کر شایع کرے۔ ابتک دُنیا کی مختلف زبانون سے بہترین کتابون کے چند تراجم اور متعدد اوریجنل تصانیف شایع ہو چکی ہین "آیندہ کے لئے یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ کم سے کم چھ نئی کتابین ہر سال لکھی جایئن" "اکاڈمی" نے اپنے قدر دانونکی آسانی اور اپنے فائدے کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ طے کیا ہے کہ جو حضرات للعہ ۵ روپیہ سال "اکاڈمی" کو عطا فرمادین وہ اِس کے رکن قرار دئے جائین اور اُن کی خدمت مین رسالہ "جامعہ" اور "اکاڈمی" کی سال بھر کی جملہ مطبوعات نذر کے طور پر پیش کی جایئن "

زر چندہ کی وصولی کا یہ طریقہ ہے کہ ہر سالہ ہی کے شروع مین سالے کا وی۔پی بھیجا جائیگا اور اُسکے وصول ہونے پر ہر رکن کے نام رسالہ "جامعہ" ماہوار بھیجا جائیگا اور "اکاڈمی" کی جو کتاب تیار ہوگی وہ فوراً روانہ کی جائیگی، اگر کسی سہ ماہی مین وی۔پی وصول نہ کیا گیا اور واپسی کے بعد پندرہ دن کے اندر زر چندہ منی آڈر سے نہ پہنچا تو مجبوراً رسالہ جامعہ اور کتابون کی روانگی بند کر دیجائیگی "

اِسکا خیال رکھا جائیگا کہ رسالہ جامعہ اور سال بھر کی مطبوعات کی مجموعی قیمت للعہ ۵ سے کم نہو۔
اسکے علاوہ پندرہ روزہ رسالہ "پیام تعلیم" جسکی سالانہ قیمت عہ ہے تحفۃً ہر رکن کی خدمت میں حاضر ہوگا۔ جو صاحب اِن شرائط پر "اکاڈمی" کا ممبر بننا منظور فرمائیں" اپنا نام معہ پورے پتہ کے مندرجہ ذیل پتہ پر روانہ فرمایئن

ڈاکٹر سید عابد حسین ایم۔اے، پی، ایچ، ڈی
ناظم اُردو اکاڈمی۔ جامعہ ملیہ۔ قرول باغ۔ دہلی

المعلن

احمد الیاس مجلسی